وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ بعد اسکے کہ اس کی اصلاح کیگئی ہو اور خوف اور امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت یقیناً نیکو کاروں کے قریب ہے

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝

الحمد للہ کہ یہ رسالہ جس کا نام ہے

القول الفصل

۱۳۳۳ ہجری

ربیع الاول

جناب حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فضل عمرؓ
خلیفۃ المسیح والمہدی خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

نے

خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور کے رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب"

کے جواب میں

صرف ایک دن میں تالیف کیا

انجمن ترقی اسلام کیلئے مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپکر شائع ہوا

۳۰ جنوری ۱۹۱۵ء

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ترى آيات صدقى ثم تنسى
تم میری سچائی کے نشان دیکھ رہے ہو اور پھر بھول رہے ہو

لحاك الله مالك لا تبالى
خدا تمہیں سنوارے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کچھ پرواہ نہیں کرتے ہو

وان ناضلتنى فترى سهامى
اور اگر میرے مقابلہ پر آؤ گے تو میرے تیر دیکھ لو گے

ومثلى لا يفر من النضال
اور میرے جیسے آدمی مقابلہ سے نہیں بھاگا کرتے

سهامى لا تطيش بوقت حرب
میرے تیر لڑائی کے وقت خطا نہیں جایا کرتے

وسيفى لا يغادر فى القتال
اور میری تلوار جنگ میں چھوڑا کچھ نہیں کرتی

فان قاتلتنى فاريك انى
سو اگر تم میرے ساتھ مقابلہ کرو گے تو میں تمہیں دکھا دوں گا

مقيم فى ميادين القتال
کہ میں لڑائی کے میدانوں میں ڈیرا جمانے والا ہوں

أبالايذاء اترك امر ربى
کیا میں ان ایذاؤں کی وجہ سے اپنے رب کے حکم کو چھوڑ دوں

ومثلى حين يوذى لا يبالى
حالانکہ میرے جیسے آدمی ایذاؤں کی پرواہ نہیں کیا کرتے

وكيف اخاف تهديد المخنّثا
اور ہجڑوں کی دھمکیوں کی مجھے پرواہ ہی کیا ہے

وقد اعطيت حالات الرجال
جبکہ مجھے مردانہ صفات عطا کئے گئے ہیں

الا انى اقاوم كل سهم
سن رکھو میں ہر ایک تیر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کرتا ہوں

واقلى الاكتنان عن النبال
اور تیروں سے چھپنے کا تو میں دشمن ہوں

فان حربًا فحرب مثل نار
سو اگر تم لڑائی پر ہی تلے ہوئے ہو تو آؤ آگ جیسی لڑائی کر لو

وان سلمًا فسلم كالزلال
اور اگر سچے دل سے صلح و آشتی کے خواہشمند ہو تو آؤ مصفے پانی

الا يا حاسدى خف قهر ربى
اے میرے حاسد! میرے خدا کے قہر سے ڈر جا

وما الوك نصحًا فى المقال
میں بھلے کی بات کہتا ہوں

هداك الله قد جادلت بغضًا
خدا تمہیں راہ راست پر لائے تم نے بغض کی وجہ سے میرا مقابلہ کیا ہے

وما فكرت فى قولى وقالى
اور میری گفتگو اور میرے کلام میں غور نہیں کیا

ولست بطالب الدنيا كزعمك
اور میں دنیا کا خواہشمند نہیں ہوں جیسا کہ میری نسبت تمہارا خیال ہے

وقد طلقتها بالاعتزال
میں نے تو اس کو طلاق دے دی اور اس سے علیحدگی اختیار کر لی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجھے آج اکیس ۲۱ جنوری ۱۹۱۵ء کی شام کو خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک رسالہ جو پچھلے دسمبر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے چھاپ کر شائع کیا گیا ہے اور تمام احمدی جماعت میں مفت تقسیم کیا گیا ہے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔ گو اس میں وہی باتیں دُہرا دیگئی ہیں جن کا جواب بارہا ہماری طرف سے دیا جاچکا ہے لیکن چونکہ خواجہ صاحب بحث مباحثہ کے ایام کے بعد آئے ہیں اور ہندوستان آکر ان کا یہ پہلا وار ہے جو انھوں نے ہماری جماعت پر کیا ہے یا کم سے کم یہ ٹریکٹ اس لحاظ سے پہلا ہے کہ اس میں انھوں نے دلائل دینے کی بھی کوشش کی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مختصراً اس ٹریکٹ کا جواب دیدیا جائے۔ گو مجھے اس رسالہ کے پڑھنے کا دیر سے موقع ملا ہے اور اب ایک ماہ کے قریب اس کی اشاعت پر گذر گیا ہے لیکن چونکہ خواجہ صاحب اور انکے دوست اُس مضمون پر خاص فخر محسوس کرتے ہیں جو اس رسالہ میں درج ہے اس لئے محققین کو اصل واقعات سے واقف کرنے کے لئے میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ اس کا جواب لکھ دوں۔ مزید تاخیر کو روکنے کے لئے مَیں نے اسی تاریخ کو صبح سے شام تک بیٹھ کر سارے رسالہ کا جواب لکھ دیا ہے اور مَیں نے اسوقت تک کسی اور غیر ضروری کام کو ہاتھ نہیں لگایا جب تک اس کو پورا نہ کر لیا ہو۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ صداقت کی طالب روحیں اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگی ✣

اس ٹریکیٹ کے ۷۵ صفحات ہیں اور عام طور پر سارے ٹریکیٹ میں اعتراض ہی اعتراض ہیں اور مختصر سے اعتراض کا جواب بھی اعتراض سے کسی قدر لمبا ہی ہوتا ہے لیکن چونکہ ان مباحث پر جنپر خواجہ صاحب نے قلم اُٹھایا ہے پہلے کافی بحث ہو چکی ہے اس لئے میں یا تو اُنہی اعتراضات کا جواب دونگا جو کسی قدر جدّت رکھتے ہوں یا جن کے بیان کرنے میں خواجہ صاحب نے کوئی جِدّت پیدا کر دی ہو اور باقی مضامین کا مختصر جواب دیگران کتب و اخبارات و رسالجات کی طرف اشارہ کر دونگا جن میں اس مسئلہ کے متعلق پہلے بحث ہو چکی ہو میں اس ٹریکیٹ کا جواب خود اس لئے لکھتا ہوں کہ خواجہ صاحب نے اس میں بارہا مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں خود ان کے سوالات کا جواب دوں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا حوالہ دیا ہے کہ آپ بھی خود جواب دیا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئیے مجھے اس بحث سے سروکار نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے مخالفین کے اعتراضوں کا کس حد تک خود جواب دیا کرتے تھے اور کس حد تک اپنی جماعت پر اس کام کو چھوڑ دیتے تھے اور پھر کس حد تک مخالفین کے اعتراضوں کو نظر انداز ہی کر جایا کرتے تھے کیونکہ ان باتوں میں پڑنے سے اصل مضمون خبط ہو جاتا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ خواجہ صاحب کے اس مطالبہ کو بھی پُورا کر دوں اور پھر دیکھوں کہ خواجہ صاحب کہاں تک اس بات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں +

خواجہ صاحب نے اس ٹریکیٹ کے پہلے اور دوسرے صفحہ پر اپنے بعض اعتقاد لکھے ہیں اور چونکہ ان میں سے بعض خود حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں ہیں۔ کسی احمدی کو ان سے انکار کرنے کی گنجایش نہیں ہو سکتی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جب کسی اختلافی مسئلہ پر انسان کچھ لکھے تو اس کے دونوں پہلوؤں کو مدّنظر رکھنا چاہئیے ہم مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ "حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ

محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی" "ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا ور نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئینگے جو اللہ جلشانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں" "جو اسکی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اسکے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی تو ایک ظلی نبوت اس کو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہے یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے" لیکن ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس تمام کلام کی تشریح خود ہی کر دی ہے اور متکلم سے زیادہ کس شخص کا حق ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے کلام کی تشریح کرے جب خود حضرت مسیح موعودؑ اپنے کلام کی ایک تشریح فرماتے ہیں تو اب کسی دوسرے کو اس پر قلم اٹھانے کی اجازت نہیں۔ تصنیف را مصنّف نیکو کند بیاں۔ آپ نے جو معنے اپنے کلام کے کئے ہیں وہی درست اور راست ہیں اور جو معنے آپ کے کلام کے خلاف ہوں ان کو آپ کی طرف منسوب کرنا ایک ظلم عظیم ہے یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہدے کہ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے وہ غلط اور نا درست ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہدے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے مسیح موعودؑ کے تحریر کردہ مضمون کے علاوہ کچھ اور معارف بھی سمجھائے ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے ایک کلام کی خود ہی تفسیر فرما دیں اور کوئی شخص آپ کے اسی کلام سے آپ کی تفسیر

وتشریح کے خلاف ایک اور ہی معنے لے کر اس تحریر کو اپنے کسی مطلب کے لئے سند کے طور پر پیش کرے۔ کوئی عقلمند انسان اس منشائے مصنف کے خلاف تفسیر وتشریح کو قبول نہیں کر سکتا اور اسی لئے ہم بھی اس نتیجہ سے خواجہ صاحب سے متفق نہیں ہو سکتے جو انھوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بعض تحریروں سے نکالا ہے کیونکہ دوسرے مقامات پر خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ان تحریرات کی ایک تشریح فرمادی ہے اور وہ قاعدۂ کلیہ کے طور پر بیان فرمائی ہے اور لکھ دیا ہے کہ جہاں کہیں بھی مَیں نے اپنی نبوت سے انکار کیا ہے وہاں میری مُراد ایسی نبوت سے نفی جس کا مدعی نئی شریعت لائے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نبوت کا درجہ حاصل کرے ورنہ غیر تشریعی اور ایسے نبی ہونے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے نبی بنجائے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسولؐ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونیسے انکار نہیں کرتا۔"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صلا)

آپ کی ان تحریرات سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے اپنے نبی ہونے سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ جب انکار کیا ہے لوگوں کی اس خود ساختہ اصطلاح سے کیا ہے جو آجکل کے مسلمانوں میں عام طور پر رائج ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ نبی وہی ہوتا ہے جو شریعت لائے یا جسکی نبوت بلاواسطہ ہو اور جو کسی کی اُمت میں نہ ہو

پس خود حضرت مسیح موعود کی تشریحات کے مطابق حضرت مسیح موعود اس قسم کے اصطلاحی نبی ہونے سے انکار کرتے ہیں جو عوام کے خیالات کے مطابق نبی کہلا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ پیش آئی کہ اگر آپ بغیر تشریح کے نبی کا دعوے کرتے تو عوام میں جو غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے کہ نبی یا تو شریعت لائے یا یہ کہ ہر ایک پہلے نبی سے اس کی نبوت آزاد ہو ان کے مطابق وہ لوگ آپ کے دعوے کا مفہوم سمجھ لیتے اور اس طرح ان کو خواہ مخواہ دھوکہ لگتا۔ پس آپ نے تشریح کر کے بتایا کہ میں تمہارا اصطلاحی نبی تو نہیں ہوں۔ مگر خدا تعالیٰ کی اصطلاح کے مطابق نبی ہوں۔ جیسا کہ آپ اپنی نبوت کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ **اصطلاح** ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ نبیوں کی اصطلاح کے رو سے بھی میں نبی ہوں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجے تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام **نبیوں کا اتفاق** ہے" (الوصیت صفحہ ۱۲)

اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق نبی ہوں:۔

"جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرورت اس پر مطابق **آیت** لا یظہر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہینگے"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲ و ۳)

اسی طرح آپ کی تحریرات سے ثابت ہے کہ پہلے انبیاء بھی اسی لحاظ سے

نبی اور رسول کہلاتے تھے جس لحاظ سے آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں :-

"یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے **انبیاء** علیہم السلام نبی کہلاتے رہے"

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۳ حاشیہ)

اسی طرح اسلام کی اصطلاح میں نبی جس شخص کا نام ہوتا ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں :-

"خدا نے قدیم سے جب سے کہ انسان کو پیدا کیا ہے یہ سنت جاری کی ہے کہ وہ پہلے اپنے فضل عظیم سے جسکو چاہتا ہے اس پر روح القدس ڈالتا ہے اور پھر روح القدس کی مدد سے اس کے اندر اپنی محبت پیدا کرتا ہے اور صدق و ثبات بخشتا ہے اور بہت سے نشانوں سے اس کی معرفت کو قوی کر دیتا ہے اور اس کی کمزوریوں کو دور کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سچ مچ اس کی راہ میں جان دینے کو طیار ہوتا ہے .... اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھینچا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہے۔ جو انکی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو **اصطلاح اسلام** میں **نبی** اور **رسول** اور **محدث** کہتے ہیں اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق انکے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر دعائیں انکی قبول ہوتی ہیں اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں" (لیکچر سیالکوٹ مشمولہ ریویو جلد سوم صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳)

اس بات پر مزید روشنی ڈالنے کیلئے اس امر کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ گو آپ رسول اور نبی کو ایک ہی خیال فرماتے تھے اور ان دونوں ناموں میں فرق نہ فرماتے تھے لیکن آجکل کے مسلمانوں میں سے ایک جماعت میں چونکہ یہ غلط خیال بھی پھیلا ہوا ہے کہ نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے اور رسول وہ ہے جو شریعت لائے اور نبی وہ جو ہر ایک پہلے نبی کی اطاعت سے آزاد ہو۔ اس لئے آپ نے کبھی کبھی لوگوں کے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ میں رسول نہیں ہوں لیکن وجہ وہی بتائی ہے کہ میں کوئی کتاب نہیں لایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اس مصرعہ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ نے رسالت کا انکار کس لحاظ سے کیا ہے اُسی مفہوم کے لحاظ سے جو لوگوں میں غلط طور پر رسول کی نسبت پایا جاتا ہے جیساکہ اس مصرعہ کی تشریح میں آپ خود فرماتے ہیں:-

"میرا یہ قول کہ ؎ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ اسکے معنے صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۲)

پس اس انکار سے فائدہ اُٹھاکر یہ اعلان کرنا کہ حضرت مسیح موعودؑ مجددوں میں سے ایک مجدد ہیں اور ماموروں میں سے ایک مامور ہیں اور ایسے ہی نبی ہیں جیسے کہ اور بزرگ نبی کہلا سکتے ہیں سخت ظلم اور تعدی ہے جس کا نشانہ اور بھی کوئی نہیں وہ خدا کا مسیح ہے جس کے ہم پر اسقدر احسانات اور انعامات ہیں کہ ہم ان کا شکریہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ حضرت مسیح موعود تو صاف لکھتے ہیں کہ اس اُمت میں میرے سوا اور کوئی شخص نبی کہلانے کا مستحق نہیں جیساکہ آپ فرماتے ہیں:-

"جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس اُمت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں"

اور آپ لکھتے ہیں کہ ایسی نبوت میں حضرت مسیح موعودؑ کے شریک سید عبد القادر جیلانی جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہما اور دیگر بزرگ بھی ہیں ہم یہ مانتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے پچھلے مجدّدین اور مامورین کمالات نبوت محمّدیہ سے حصّہ پا سکتے تھے لیکن وہ نبی نہیں کہلا سکتے کیونکہ کمالات سے حصّہ پانا ایک اور شے ہے اور وہ درجہ حاصل کرنا ایک اور شے ہے خواب بھی نبوت کا چھیالیسواں [۴۶] حصّہ ہے ایک شخص کو اگر سچی خوابیں یا الہام ہوتے ہوں تو اس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسے کمالات نبوت سے حصہ ملا ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ نبی ہو گیا۔ کیونکہ نبی وہی ہوگا۔ جو ان کمالات میں سے اسقدر حصہ پائے جس پر اس کا نام نبی رکھا جاسکے سو ہم مسیح موعودؑ کے ہم زبان ہو کر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں ایسے بہت سے مجدّدین کا وعدہ تھا جو کمالات نبوت سے حصّہ پائیں گے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اور خلیفہ کے لفظ کو اس اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہونگے اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا" (شہادت القرآن صا۴۱ ایڈیشن دوم)

لیکن جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں کمالات سے حصّہ پانا اور شے ہے اور نبی کہلانا ایک اور شے ہے۔ جب کسی چیز کا کوئی نام رکھا جاتا ہے تو اس کے لئے ایک حد مقرر ہوتی ہے جب تک انسان اس حد تک نہ پہنچ جائے وہ اس نام سے موسوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ ایک شخص مثلاً ایم اے کی سب کتابوں میں سے تھوڑا تھوڑا پڑھ لے اور امتحان میں شریک ہو کر ہر پرچہ میں سے کچھ کچھ نمبر بھی حاصل کر لے تو وہ ایم اے اس دلیل کی بنا پر نہیں کہلا سکتا کہ اس نے ہر پرچہ میں سے کچھ کچھ نمبر حاصل کر لئے ہیں اسی طرح نبوت کے کمالات اور برکات و انعامات ہیں جب انسان ولایت کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جسکے آگے نبوت کا درجہ شروع ہوتا ہے تو وہ شخص بوجہ مقام نبوت کے قرب کے نبوت کے تمام کمالات اور برکات اور

اور انعامات میں سے حصہ پاتا ہے۔ لیکن وہ حصہ اس قدر نہیں ہوتا کہ اس کو نبی کہہ سکیں اور یہی درجہ صدیقوں کا درجہ کہلاتا ہے جیسا کہ پہلے مجددین نے اس امر پر بحث کی ہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ صدیق وہی ہوتا ہے جو نبوت کے کمالات حاصل کر لیتا ہے لیکن اس قدر حصہ نہیں پاتا کہ اُسے نبی کہا جا سکے۔ پس حضرت مسیح موعود کے اس حوالہ سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسے اشخاص جو صدیقیت کے رتبہ پر پہنچ جائیں! اسلام میں بہت سے گذرے ہیں۔ لیکن نبی کہلانے والا صرف مسیح موعودؑ ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ میں فرماتے ہیں :-

"اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور اُمور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اِس لئے خدا تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہو جائے"

پس ہم اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے خلفاء بھی کمالات نبوت سے حصہ پانے والے تھے۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں وہ نبی نہیں کہلا سکتے تھے۔

"اگر تمام خلفاء کو نبی کے نام سے پکارا جاتا تو امر ختم نبوت مشتبہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی ایک فرد کو بھی نبی کے نام سے نہ پکارا جاتا تو عدم مشابہت کا اعتراض باقی رہ جاتا۔ کیونکہ موسیٰ کے خلفاء نبی ہیں۔ اس لئے حکمت الٰہیہ نے یہ تقاضا کیا کہ پہلے بہت سے خلفاء کو برعایت ختم نبوت بھیجا جائے اور ان کا نام نبی نہ رکھا جائے۔ اور یہ مرتبہ ان کو نہ دیا جائے تا ختم نبوت پر یہ نشان ہو۔ پھر آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود کو **نبی کے نام سے پکارا جائے** تا خلافت کے امر میں دونوں سلسلوں کی مشابہت ہو جائے۔" (تذکرۃ الشہادتین صہ ۴۳)

اُمت محمدیہ میں اب تک کوئی انسان خواہ اُس نے کتنا ہی بڑا درجہ کیوں نہ پایا ہو خواہ وہ صحابہ میں سے ہو یا غیر صحابہ میں سے۔ نبی نہیں کہلا سکتا۔ سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے۔ کہ صرف ان کو خدا تعالیٰ نے اس عہدہ پر مامور کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے کوئی شخص ابتک اس انعام میں ان کا شریک نہیں ہُوا۔

اس تحریر کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُمت محمدیہ میں سے وہ کونسا انسان ہے۔ جس کی نسبت پہلے

انبیاء نے خبریں دی ہیں۔ وہ کونسا انسان ہے۔ جسکی بعثت کی نسبت مسیح ناصری سا اولوالعزم نبی کہتا ہے کہ وہ میری ہی بعثت ہوگی۔ جس کا نام خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نبی رکھا۔ حالانکہ جسقدر اولیاء اب تک گذرے ہیں۔ اُن میں سے کسی کا نام بھی نبی نہیں رکھا وہ کونسا انسان ہے جسکو خدا تعالیٰ نے بار بار الہامات میں نبی اور رسول کہا۔ اور جس نے اس نام کو دنیا میں پیش کرکے اعلان کیا کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ ہاں میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ایسا انسان صرف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور اس امت میں اب تک ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا۔ جسمیں یہ صفات جمع ہوں۔

خواجہ صاحب اپنے اس مضمون میں ایک طرف تو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ غیر معتبر باتوں پر اعتبار نہیں ہونا چاہیئے۔ غیر ذمہ دار لوگوں کی باتوں کو روکنا چاہیئے۔ آرام سے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اسی رسالہ میں خود وہی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جن سے لوگوں کو ہوشیار کرتے تھے۔ اور خیالی اور سُنی سنائی باتوں پر بہت زور دیا ہے گو کہیں کہیں ڈر کر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ مَیں نے یہ باتیں سُنی ہیں۔ لیکن کیا انصاف یہی چاہتا تھا کہ وہ ایسی احتیاط کی لوگوں کو تاکید کرتے ہوئے خود ایسی بے احتیاطی سے کام لیتے۔ آپ ہی اپنے قول پر عمل پیرا نہ ہوئے تو دوسرے پر آپکے کلام کا کیا اثر پڑے گا۔ کیا یہ بات قابل تعجب نہیں کہ ایک طرف تو خواجہ صاحب نیتوں پر حملہ کرنے سے روکتے ہیں۔ اور دوسری طرف خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ سمجھ لینا کوئی مشکل امر نہیں کہ کیوں یہ عقائد وجود میں آئے۔ جب حضرت میاں صاحب کے مُریدین نے آیۃ استخلاف کا مصداق آپ کو سمجھا تو پھر یہ بھی ضروری ہُوا کہ آپ کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے قدرتاً ذہن اس طرف منتقل ہوئے کہ مرزا صاحب مستقل نبی ہونے چاہئیں۔ بات یہ ہے میاں صاحب کی خلافت سے انکار کرنے والے تو ہی فاسق بن سکتے ہیں۔ جب میاں صاحب کو کسی مستقل نبی کا خلیفہ قرار دیا جاوے اور وہ ہو نہیں سکتا۔ جب تک ختم نبوت سے انکار کرکے حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی نہ بنایا جاوے" المسو ۱۵
اِس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جس احتیاط کی خواجہ صاحب دوسروں کو تاکید کر رہے تھے۔ اس پر خود عامل نہیں ہوئے۔ اور ہمارے سب اعتقادات کی بنیاد صرف خود غرضی پر رکھدی۔ گویا اُن کے خیال میں جس قدر مسائل میں ہمیں ان سے اختلاف ہے اسکی اصل وجہ اپنی خلافت کو ثابت کرنا ہے اور ہمارے

باہر دکھ سکیں جو کہ حد درجہ کی شقاوت پر دلالت کرتا ہے مگر مجھے اس بات کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب وہی دیگا جو دلوں کا حال جانتا ہے۔ کیونکہ دلی خیالات پر جب بحث ہو تو انسان اس موقعہ پر کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس وقت خدا تعالیٰ ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔

مگر میں پوچھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول بھی اسی آیت سے اپنی خلافت کا استدلال کیا کرتے تھے اور بیسیوں بار آپنے ایسا فرمایا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپنے بھی اُن سے ایسا سُنا ہو گا۔ اگر نہیں سُنا تو بعض غیر مبائعین میں سے آپکے سامنے ضرور یہ شہادت دے سکتے ہوں گے کہ انھوں نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو اس آیت سے اپنی خلافت کے متعلق استدلال کرتے ہوئے سنا ہے۔ اس سوال کو چھوڑ کر کہ وہ بھی انسان تھے غلطی کر سکتے تھے۔ لوگوں کا حق ہے کہ وہ آپ سے دریافت کریں کہ آپکے مقرر کردہ قاعدہ کے لحاظ سے کیا وہ بھی حضرت مرزا صاحب کو مستقل نبی مانتے تھے کیونکہ بقول آپکے اس آیت سے انہی خلفاء کی خلافت کی تائید میں استدلال ہو سکتا ہے جو مستقل نبی کے جانشین ہوں اور حضرت خلیفہ اول اس آیت سے اپنی خلافت پر استدلال کیا کرتے تھے۔ پس اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت خلیفہ اول بھی (آپکے پیش کردہ اصل کے ماتحت) حضرت مسیح موعود کو مستقل نبی مانتے تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پھر ایک یہ بھی سوال ہے کہ قرآن کریم کی وہ کونسی آیت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء صرف مستقل نبی کے ہُوا کرتے ہیں یہ تو ایک دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے۔ اگر آپ اُس آیت کو پیش کریں تو اس پر غور ہو سکتا ہے ورنہ خود ہی ایک دعویٰ کرنا اور اس کو دلیل کے طور پر پیش کرنا انصاف سے بعید ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا کہ خلافت صرف حقیقی نبی یا مستقل نبی کے بعد ہوتی ہے۔ اور اس نبی کے بعد جو کسی دوسرے نبی کی اتباع سے نبوت حاصل کرے یا نئی شریعت نہ لائے خلافت نہیں ہوتی۔ پس ہمیں خلافت کے ثبوت کے لئے اس مُصیبت میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ جس کی طرف آپ کی توجہ گئی ہے آپنے ایک ایسے خیال کو پیش کیا ہے۔ جس تک ہمارے ذہنوں کو کبھی بھی رسائی نہیں ہوئی۔

پیشتر اس کے کہ میں خواجہ صاحب کے اس حوالہ سے آگے گذروں۔ میں خواجہ صاحب سے یہ بھی پوچھتا ہوں کہ آپنے میری یا میرے مبائعین کی کسی تحریر میں یہ بات لکھی دیکھی ہے کہ حضرت مسیح موعود نئی شریعت لائے تھے یا یہ کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے باہر نبوت کا خلعت عطا ہُوا ہے۔ اگر آپ ایسا کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکتے۔ تو کیا یہ بات قابل افسوس نہیں کہ آپ ایک ایسا الزام مجھ پر اور میری جماعت

پر لگاتے ہیں۔ جو واقعات کے صریح خلاف ہے۔ دوسرے لوگ اگر ایسا بات کی جرأت کر لیتے تو کر لیتے۔ لیکن آپ تو اپنے سارے رسالہ میں اپنی ذمہ داری اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے قرب کے ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔ آپ کی شان سے یہ بات بالکل بعید تھی کہ ایک بات بلا ثبوت پیش کر دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نئی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔ اور ایسی کوئی تحریر آپ پیش نہیں کر سکتے۔ جس میں میں نے یا کسی مبایع نے یہ بات لکھی ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ جدید شریعت لانے والے اور سارے قرآن کریم یا اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصّے کو منسوخ کرنیوالے تھے۔ اور اگر ہمارا ایسا خیال ہوتا تو چاہیئے تھا کہ ہماری نمازوں اور ہمارے روزوں میں فرق ہوتا۔ اور وہ شریعت ہم دنیا کے سامنے پیش کرتے جس پر اب ہمارا عمل ہے لیکن کیا کوئی ایسا اعلان میری طرف سے یا میرے مبایعین کی طرف سے ہُوا ہے۔ اگر ہُوا ہے۔ تو مہربانی فرما کر آپ اسے پیش کریں۔ اور اگر حقیقی نبی کے معنے ان معانی کے علاوہ جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں لئے جائیں تو پہلے ہمارے سامنے وہ معنی پیش کئے جائیں۔ پھر ہم رائے دے سکینگے۔ کہ آیا حضرت صاحب کو ان معنوں کے لحاظ سے ہم نبی مانتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص حقیقی نبی کے یہ معنے کرے کہ وہ نبی جو بناوٹی یا نقلی نہ ہو بلکہ درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کے رُو سے نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہونگا کہ ان معنوں کے رُو سے حضرت مسیح موعودؑ حقیقی نبی تھے ہرگز ان معنوں کی رُو سے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے حقیقی نبی نہ تھے۔

اسی طرح مستقل نبی کے معنے خود حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کئے ہیں کہ جس کو بلا واسطہ نبوت عطا ہو۔ اور جو کسی اور نبی کی اتباع سے انعام نبوت نہ حاصل کرے۔ ان معنوں کے لحاظ سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو ہرگز مستقل نبی نہیں مانتے۔ اور اگر مَیں نے یا میرے مُریدوں میں سے کسی نے ایسا لکھا ہے تو آپ اس تحریر کو پیش کریں۔ ورنہ آپ غلط الزام لگانے کے الزام کے نیچے آجائینگے۔ انصاف چاہتا ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس کا ثبوت دیں۔ اگر تحریر نہیں تو کم سے کم آپ ویسی ہی حلف اُٹھا جائیں جو حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں بیان فرمائی ہے کہ آپ نے مجھ سے ایسا سنا ہے یا کسی میرے مبایع سے ایسا سُنا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو بلا واسطہ مانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ آپ کو نبوّت

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر ملی تھی اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع فرض نہ تھی یا
یہ کہ آپ کی وفات تک کوئی ایسی گھڑی آپ پر آئی تھی۔ جبیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے
آزاد ہو گئے تھے۔ اگر آپ ایسی حلف میرے متعلق اٹھائیں گے تو میں مقابل میں ویسی ہی حلف اُٹھاؤنگا
کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ پھر خدا تعالیٰ فیصلہ کریگا۔ اور اگر آپ میرے کسی مرید کی نسبت یہ بات ثابت کردیں
اور وہ اس الزام کو مان لے تو میں اس شخص کو اگر توبہ نہ کرے فوراً اپنی بیعت سے خارج کر دوں گا۔ اور اگر
وہ اس الزام سے انکار کرے تو میں اُسے مجبور کر دونگا۔ کہ وہ بھی آپکے مقابلہ میں تریاق القلوب والی
قسم کھا جائے۔ اور اس کے بعد میں الٰہی فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں تو مجھ پھر
افسوس سے کہنا پڑے گا کہ آپنے ایک نہایت لطیف مشورہ دیا تھا کہ ہمیں احتیاط سے اس جھگڑے کا
فیصلہ کرنا چاہیئے۔ لیکن خود احتیاط سے کام نہ لیا۔

خواجہ صاحب نے اپنے اس رسالہ میں میرے ایک خط کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ جو میں نے برادرم
محمد عثمان صاحب لکھنوی کی طرف لکھا ہے۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ جب خواجہ صاحب کو کسی نے اس خط
کے واقعہ سے آگاہ کیا تو آگے یہ نہ بتایا کہ اس خط کی اشاعت پر جب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے
یہ اعلان کیا تھا کہ شکر ہے میاں صاحب نے اپنے پہلے عقیدہ سے توبہ کر لی تو ان کے اس اعلان پر
میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ جس میں میں نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر وہ سچے ہیں تو میرا وہ پہلا
عقیدہ شائع کریں۔ جو اس خط میں ظاہر کردہ عقیدہ کے خلاف ہو یا حلف اُٹھا جائیں کہ میں نے آپ کی
تحریر میں پڑھا نہیں لیکن اپنے کانوں سے یہ بات سُنی ہے تو چھ سو روپیہ انعام بھی دونگا۔ اگر اُس نے
آپ کو یہ واقعہ بتا دیا تھا تو پھر آپنے ایسی جرأت کیوں کی کہ جھوٹے اقوال کو میری طرف منسوب کیا۔ اور
اگر اُس نے آپسے یہ بیان نہیں کیا تو آپ مرزا یعقوب بیگ صاحب سے اس کا جواب دلوا دیں۔ ممکن ہے
آپ یہ کہہ کر ٹال دیں کہ خبر مرزا صاحب سے غلطی ہو گئی۔ اور مجھ سے بھی سہو ہو گیا۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں
کہ کیا شرافت اس بات کی مقتضی نہیں کہ جو غلط الزام ڈاکٹر صاحب موصوف نے مجھ پر لگایا تھا۔ اُس کی
تردید بھی اُسی قلم سے کرتے جس سے انھوں نے حملہ کیا تھا۔ اور اگر وہ سچے تھے تو میری تحریر پیش کرتے
یا اگر خود سُنا تھا تو حلف اُٹھاتے۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس بات کو دبا گئے کہ خود آپکے سامنے
بھی وہ واقعہ بیان نہیں کیا تاکہ آپ بفائدہ اپنے ٹریکٹ کے بہت سے صفحات کو اس فیصل شدہ مسئلہ

کی بحث میں سیاہ نہ کرتے۔

خواجہ صاحب بار بار دلائل پر زور دیتے ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ دلائل کس چیز کا نام ہے۔ ایک شخص جوان لوگوں میں سے ہے۔ جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کے معتمدین میں سے ایک معتمد کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ایک بات بیان کرتا ہے اور بیان ہی نہیں کرتا اس کا اعلان کرتا ہے اور پھر تحریر میں اعلان کرتا ہے۔ لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ بات کس تحریر میں ہے یا کس تقریر میں ایسا بیان ہوا ہے تو وہ نہ تحریر پیش کرتا ہے اور نہ اپنی سماعت کی حلفی شہادت دیتا ہے۔ اور اس کے دوست برابر اس غلط بیانی کو پھیلا رہے ہیں تو اب وہ کونسا طریق ہے جس سے فیصلہ ہو سکے۔ آپ ہی ان کو تین باتوں میں سے ایک پر مجبور کریں یا تو وہ میری تحریر پیش کریں یا اپنی سماعت کو حلف سے مؤکد کر کے (جیسی حلف حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب میں لکھی ہے) شائع کریں یا یہ اعلان کریں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں اپنے بیان کو واپس لیتا ہوں۔ اس کے سوا اور کونسا طریق فیصلہ ہے؟

میں پھر بڑے زور سے اعلان کرتا ہوں جیسا کہ پہلے متعدد بار اعلان کر چکا ہوں کہ میں مرزا صاحب کو نبی مانتا ہوں۔ لیکن نہ ایسا کہ وہ نئی شریعت لائے ہیں۔ اور نہ ایسا کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نبوت ملی ہے۔ اور ان معنوں سے آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا۔ ہاں اگر حقیقی نبی کے یہ معنے ہوں کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو میں کہوں گا کہ اگر حقیقی کے مقابلہ میں نقلی یا بناوٹی یا اسمی نبی کو رکھا جائے تو میں آپ کو حقیقی نبی مانتا ہوں۔ بناوٹی نقلی یا اسمی نہیں مانتا۔ میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ ایک جو شریعت لانے والے ہیں دوسرے جو شریعت تو نہیں لاتے لیکن ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے۔ اور کام وہ پہلی اُمت کا ہی کرتے ہیں۔ جیسے سلیمانؑ ذکریاؑ یحییٰؑ علیہم السلام اور ایک وہ جو نہ شریعت لاتے ہیں۔ اور نہ ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے۔ لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں۔ اور سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی اس شان کا نہیں گذرا کہ اس کی اتباع میں ہی انسان نبی بن جائے۔ لہٰذا اس قسم کی نبوت صرف اس اکمل انسان کے اتباع میں ہی پائی جا سکتی تھی۔ اس لئے پہلی اُمتوں میں اس کی نظیر نہیں۔ اور اس اُمت میں سے بھی صرف مسیح موعودؑ کو اس وقت تک یہ درجہ عطا ہوا ہے۔ اور پہلی اُمتوں میں اس کی [illegible] بعد حقیقی نبی آ سکتے تھے۔ اس لئے ایسے نبی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

بلکہ پہلے نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا اُستاد نہیں ہوا جسکی شاگردی میں نبوت مل سکے اس لئے پہلے نبیوں کی اُمت کے لوگ ایک حد تک پہلے نبی کی تربیت کے نیچے ترقی پاتے پاتے رُک جاتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر نظر فرماتا تھا اور جن کو اس قابل پاتا کہ وہ نبی بن سکیں اُن کو اپنے فضل سے بڑھاتا اور براہ راست نبی بنا دیتا لیکن ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے ایسے بلند مقام پر کھڑا کیا اور آپ نے اُستادی کا ایسا اعلےٰ درجہ حاصل کر لیا کہ آپ اپنے شاگردوں کو اس امتحان میں کامیاب کرا سکتے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ خود ایم اے ہوتے ہیں لیکن انکی لیاقت ایسی اعلیٰ نہیں ہوتی کہ ایم اے کی جماعت کو پڑھا سکیں اور بعض ایم اے ایسے لائق ہوتے ہیں اور اُن کا علم اور درجۂ اُستادی ایسا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ ایم اے کی جماعت کو خوب پڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح پچھلے نبیوں کی مثال سمجھ لو وہ اپنے اپنے رنگ میں کامل تھے بزرگ تھے نبی تھے۔ لیکن ان میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے مقام کو نہیں پایا۔ اس لئے ان کے مدرسہ کا آخری امتحان نبوت نہ تھا بلکہ ولایت تھا پھر نبوت بلاواسطہ موہبت سے ملتی تھی لیکن ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا درجۂ اُستادی ملا کہ آپ کے مدرسہ کو کالج تک بڑھا دیا گیا اور آپ کی شاگردی میں انسان نبی بھی بن سکتا ہے۔ اور اگر آپ سے پہلے نبیوں میں سے کوئی ایسا اُستاد کامل ہو جاتا تو وہی خاتم النبیین ہوتا کیونکہ جس اُستاد کی شاگردی میں نبوت حاصل ہو سکتی ہو اس کے بعد کسی اور اُستاد کی ضرورت نہ تھی کیونکہ نبوت کے بعد اور کوئی انعام نہیں۔ اسی طرح اگر قرآن کریم سے پہلے کوئی اور کتاب ایسی کامل ہوتی کہ اس پر چلکر انسان نبی بن سکتا تو وہ دُنیا کی آخری کتاب ہوتی۔ کیونکہ اس کتاب کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جو کتاب نبی بنا سکتی وہ کامل ترین کتاب ہوتی اور کامل ترین کے بعد اور کسی کتاب کی حاجت نہ تھی۔ پس پہلے بلاواسطہ غیر تشریعی نبی اس لئے آتے تھے کہ اس وقت تک کوئی نبی خاتم النبیین ہونے کے لائق نہ تھا۔ اور کوئی کتاب خاتم الکتب ہونے

کے درجہ پر نہ تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنکی نسبت فرمایا گیا کہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ وہ آپ ہی تھے جنکی نسبت فرمایا گیا کہ قل یاَیّھا الناس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوات والارض۔ پھر وہ قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جسکی نسبت فرمایا گیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور قرآن ہی ایک کتاب ہے جسکی نسبت فرمایا انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ پس ضرور تھا کہ جب وہ نبی اور وہ کتاب آجائے جسکی شاگردی ہیں اور جسپر عمل کرکے انسان نبی ہو سکتا ہو تو اس نبی کو خاتم النبیین بنا دیا جائے اور اس کتاب کو خاتم الکتب قرار دیا جائے اور یہی سچے معنے ہیں خاتم النبیین کے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ونؤمن بانہ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ الا الذی ربّی من فیضہ واظہرہ وعدہ مواہب الرحمٰن ۶۶ یعنی ہم مانتے ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء تھے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی کہ جسکی تربیت آپ کے فیض سے ہوئی۔ اور جسکو آپ کے وعدہ نے ظاہر کیا۔ پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ:-

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

بلکہ یہ نبوت اس شخص کی عزت میں ایک شمہ بھر بھی فرق کرنے کے بغیر جسکو یہ نبوت عطا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے اور بجائے ظلی نبی کی عظمت کو حقیقی نبیوں سے کم کرنے کے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں سے بڑا ثابت کرے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ ظلی نبوت ملی اس لئے آپ کا معاملہ پہلے نبیوں سے مختلف ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ آپ کو نبوت حقیقی اس لئے نہیں ملی کہ اب براہ راست موہبت کی ضرورت نہ تھی بلکہ دُنیا میں وہ اُستاد ظاہر ہو چکا تھا جو اپنے علم اور عقل کے زور سے اعلےٰ سے اعلےٰ امتحانوں میں لوگوں کو پاس کرا سکتا تھا۔

اور الٰہی یونیورسٹی کی تعلیم ایسی اعلیٰ پیمانہ پر ترقی پا چکی تھی اور قرآن کریم جیسی ہر زمانہ کے لئے یکساں مفید کتاب تیار ہو چکی تھی اس لئے اب پرائیویٹ امتحان سے دُنیا کو روک دیا

گیا لیکن کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسنے کالج میں پڑھ کر امتحان پاس کیا وہ اس سے ادنیٰ ہے جس نے پرائیویٹ طور پر امتحان پاس کیا۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ وہ نبوت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں ملے وہ اس نبوت سے ادنےٰ ہو جو پرائیویٹ اپیر ہونے والے طلباء کو مل چکی ہو۔ ممکن ہے کہ ایک پرائیویٹ امتحان دینے والا کالج میں امتحان دینے والے سے لائق ہو اور ممکن ہے کہ ایک کالج کا سٹوڈنٹ پرائیویٹ طور پر تیاری کرنیوالے سے لیاقت میں اعلیٰ ہو۔ یہی حال یہاں ہے مسیح موعودؑ بعض پہلے نبیوں سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے اور بعض سے کم۔ اور مَینے خود اپنے کانوں سے حضرت مسیح موعودؑ سے سُنا ہے کہ میں وہی ہوں جسکی نسبت ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ابوبکرؓ سے بڑھ کر ہوگا تو اس نے جواب دیا۔ کہ وہ تو کئی پہلے نبیوں سے بھی شان میں بڑا ہوگا۔ پس اس کے ظلی بنی ہونے کے صرف یہی معنے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام انسانوں سے خواہ وہ غیر بنی ہوں یا بنی بڑھ کر ہیں۔ اور اسی مضمون کیطرف حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل الہامی شعر اشارہ کرتا ہے۔

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

اس الہامی شعر میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کا ثبوت یہ ہے کہ مسیح الزمان اس کا غلام ہے اب تم جسقدر بھی مسیح موعود کی عزت کروگے اُتنی ہی آنحضرت صلی اللہ کی عزت ہوگی کیونکہ جس کا غلام بڑا ہو آقا ضرور اُس سے بڑا ہوگا۔ اور جتنی شان مسیح موعودؑ کی کم کروگے اتنی ہی گویا نبی کریم کی شان کم کروگے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کے سمجھنے کے لئے مسیح موعود کی شان کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی ہے پس مسیح موعود کی شان کے بڑھنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بڑھتی ہے اور ہم پر خدا تعالےٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں اس بات کے سمجھنے کی توفیق دی ہے کہ مسیح موعود ویسا ہی مکرم نبی ہے جیسے کہ پہلے نبی تھے اور یہ سب درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور غلامی سے ملا ہے۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ نبی۔ ہاں کیا ہی معزز ہے وہ نبی جس کی

غلامی میں ایسا عظیم الشان انسان پیدا ہوا +

اب میں یہ بات بتا چکا ہوں کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق مسیح موعود کی ظلی اور بروزی نبوت کے صرف اسقدر معنے ہیں کہ آپ کو نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور اطاعت میں ملی ہے اور پہلے نبیوں کو براہ راست نبوت ملتی تھی۔ اور اسکے ہرگز یہ معنے نہیں کہ آپ کی نبوت کوئی آنریری خطاب تھا جسکی کوئی اصل یا حقیقت نہیں اور جس نبوت سے وہ حقوق حاصل نہیں جو نبیوں کو حاصل ہوتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کو ایک لاکھ روپیہ کوئی بڑا امیر دیدے۔ اور ایک شخص اپنی محنت سے ایک لاکھ روپیہ کمائے۔ اب ہم کہینگے کہ ان میں سے ایک شخص تو خود امیر بنا ہے اور دوسرے کو کسی اور نے امیر بنا دیا ہے لیکن کیا ہمارے اس قول کے یہ معنے ہونگے کہ وہ شخص جس نے ایک لاکھ روپیہ کما لیا ہے زیادہ امیر ہے اس سے جسکو کسی بڑے امیر نے ایک لاکھ روپیہ دیدیا ہے؟ آپس میں یہ دونوں ایک ہی درجہ کے سمجھے جائینگے۔ ہاں فرق صرف یہ ہوگا کہ ہمارے اس قول سے کہ فلاں شخص فلاں دوسرے شخص کے طفیل سے امیر ہوگیا ہے اسکی عظمت ظاہر ہوگی جس نے ایک لاکھ روپیہ دیا اور ایک شخص کو امیر بنایا ۔ اسی طرح ہمارے اس قول سے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت ظلی اور بروزی تھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار تھے وہ نبی ہی نہ تھے بلکہ نبی گر تھے لیکن اس قول سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت تھی یا یہ کہ آپ پر وہ احکام نہیں لگتے جو پہلے نبیوں کی نسبت قرآن کریم میں مذکور ہیں خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود کو نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خزانہ سے ملی ہے پس اگر کوئی شخص اس نبوت کو پہلی نبوتوں سے ادنیٰ قسم کی نبوت خیال کرتا ہے تو وہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ جو پانی کے گلاس پر جس میں باہر سے کوئی گند نہیں ملا اعتراض کرتا ہے وہ دراصل کنوئیں پر اعتراض کرتا ہے اور جو اس موتی کی قیمت جو موتیوں کے کھیت کے اعلےٰ موتیوں میں سے ہے کم لگاتا ہے وہ درحقیقت اس موتیوں کے کھیت کی قیمت کم لگاتا ہے جس سے وہ نکالا گیا اور

جو اس لعل کو جو لعلوں کی کان کے اعلےٰ لعلوں میں سے ہے ادنےٰ قرار دیتا ہے وہ درحقیقت اس کان کی حیثیت پر اعتراض کرتا ہے جس سے وہ نکالا گیا ہے۔ پس مسیح موعود کی نبوت کو ایسی نبوت قرار دینے والا کہ وہ ایک آنریری عہدہ ہے درحقیقت اس سے وہ حقوق حاصل نہیں ہوتے جو قرآن کریم میں انبیاء کے بیان ہوئے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرتا ہے گو ممکن ہے کہ وہ خود بھی نہ سمجھتا ہو کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کیا یہ درست نہیں کہ جو شخص کسی شخص کو بادشاہ اس لئے کہتا ہے کہ وہ سیدھا سادہ انسان ہے (اور ہنسی سے ہمارے ملک میں ایسے آدمی کو بادشاہ کہدیتے ہیں) وہ درحقیقت بادشاہوں کی ہتک کرتا ہے اور جو شخص کسی شہنشاہ کو اس بنا پر شہنشاہ کہتا ہے کہ اسکے ماتحت مذکورہ بالا قسم کے چند بادشاہ ہیں وہ اس شہنشاہ کی ہتک کرتا ہے پس اسی طرح جو شخص ایک نئی قسم کی نبوت (جسمیں سارے ولیوں اور بزرگوں کو شامل کر لیتا ہے جنکو خدا تعالےٰ نے نبی نہیں کہا) ایجاد کر کے اسے مسیح موعود کی طرف منسوب کرتا ہے وہ ایک طرف تو مسیح موعود کے درجہ کو کم کرتا ہے۔ اور دوسری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی حملہ کرتا ہے +

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود پر دو زمانے گذرے ہیں ایک تو وہ زمانہ تھا کہ آپ کو جب اللہ تعالےٰ کی وحی میں نبی کہا جاتا تو آپ اس پُرانے عقیدہ کی بنا پر جو اسوقت کے مسلمانوں میں پھیلا ہؤا تھا اپنے آپ کو نبی قرار دینے کی بجائے ان الہامات کے یہ معنے کر لیتے تھے کہ نبی سے مُراد صرف ایک جزوی نبوت ہے۔ اور بعض دوسرے انبیاء پر جو مجھے فضیلت دیگئی ہے وہ بھی ایک جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ہر امر میں کسی نبی پر اپنے آپ کو افضل سمجھ لیتے تو اس سے یہ بھی لازم آتا۔ کہ آپ نبی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ایک نبی سے کمالات میں بڑھ جاتے لیکن پھر بھی نبی نہ بنتے۔ پس آپ عام مشہور عقیدہ کے ماتحت اپنی نبوت جزوی نبوت اور اپنی فضیلت جزوی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالےٰ کی متواتر وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور آپ نے اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔

چنانچہ آپ پر جب کسی شخص نے یہ اعتراض کیا کہ آپ پہلے تو لکھتے تھے کہ میں نبی نہیں اور مسیح نبی ہے اس لئے مجھے اس پر صرف جزوی فضیلت ہے اب اس کے خلاف کیوں لکھتے ہیں تو آپ نے اس کا جو جواب دیا اُسے میں ذیل میں درج کر دیتا ہوں بلکہ معترض کا اعتراض بھی درج کر دیتا ہوں تاکہ اس جواب کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو۔

سوال نمبر۱۔ تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے کہ "اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے" پھر ریویو جلد اوّل نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" پھر ریویو صفحہ ۴۷۵ میں لکھا ہے "مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا" خلاصہ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے۔

الجواب۔ یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں۔ خدا نے میرے ضمیر کی اپنی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ یعنے ان کو کہدے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنے میرا مقصد اور میری مراد اِن خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں لکھا گیا اور کلام میں یہ تناقض کیوں پیدا ہو گیا (۱) سو اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا تھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر

چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہُوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسٰے آسمان پر سے نازل ہونگے اس لئے مَیں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اسکے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنیوالا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اسکے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہوگئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا جو مَیں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اور پھر مَیں نے اس پر کفایت نہ کر کے اس وحی کو قرآن شریف پر عرض کیا تو آیات قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہُوا کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے اور آخری خلیفہ مسیح موعود کے نام پر اسی اُمت میں سے آئے گا۔ اور جیسا کہ جب دن چڑھتا ہے تو کوئی تاریکی باقی نہیں رہتی اسی طرح صدہا نشانوں اور آسمانی شہادتوں اور قرآن شریف کی قطعیۃ الدلالت آیات اور نصوص صریحہ حدیثیہ نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا کہ میں اپنے تئیں مسیح موعود مان لوں۔ میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو مجھے اس بات کی ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہ جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ مَیں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ میں تجھے تمام دُنیا میں عزت کے ساتھ شہرت دونگا۔ پس یہ اُس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا؟ میرا اس میں کیا قصور ہے؟ (۲) اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ (۳) مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اُس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر

اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی - اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدا تعالےٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدا تعالےٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ الغایت ۱۵۰)

اس حوالہ کو پڑھ کر ہر ایک شخص تین باتیں معلوم کر سکتا ہے - اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود اس تناقض کو جو آپکی دو تحریروں میں پایا جاتا ہے اس تناقض سے مشابہ قرار دیتے ہیں جو مسئلہ حیات و وفات مسیح کے متعلق آپکی کتابوں میں پایا جاتا ہے - اور وہ یہ کہ آپنے براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ مسیح ناصری ہی دوبارہ دنیا میں آئیگا اور بعد میں لکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے اور میں ہی وہ مسیح ہوں جسکی خبر دیگئی تھی اور اس تناقض کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ کا وہی اعتقاد تھا جو اسوقت کے مسلمانوں میں رائج ہے مگر بعد میں اللہ تعالےٰ کی وحی سے آپکو یہ عقیدہ بدلنا پڑا - پس اس مثال سے ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ نبوت کے متعلق بھی آپکے خیال میں تغیر ہوا ہے اور پہلے آپ کا اپنے نبی ہونیکے متعلق اور کسی نبی پر اپنی فضیلت کے متعلق اور مذہب تھا - بعد میں خدا تعالےٰ کی وحی نے اس کو بدلا دیا - اور آپ پر روشن ہوگیا کہ آپ حضرت مسیح سے ہر رنگ میں افضل ہیں اور (۳) یہ کہ آپ نبی ہیں - ہاں ایسے نبی نہیں کہ پہلے کسی نبی کے متبع نہ ہوں بلکہ ایسے نبی ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہو کر پھر نبی ہیں *

اس حوالہ پر بعض لوگ یہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جو یہاں لکھا ہے کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا - اس اوائل سے مُراد دعوئے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے - اور اس تحریر سے آپنے صرف اپنے اس عقیدہ کو غلط قرار دیا ہے جو دعوئے مسیحیت سے پہلے کا تھا ورنہ دعوائے مسیحیت کے بعد آپ جو کچھ کہتے رہے اسے غلط قرار نہیں دیا - اس لئے وہ تمام تحریریں جو دعوئے مسیحیت کے بعد مسئلہ نبوت پر آپ نے تحریر فرمائیں ان سے اس مسئلہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور بعض لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کی تقریر میں جو انھوں نے ایام دسمبر میں لاہور میں کی اس پر

خاص زور دیا گیا تھا اور انکے لیکچر کا یہ ایک خاص نکتہ تھا جسے بہت پسند کیا گیا اور جس سے حقیقۃ الوحی کے مذکورہ بالا حوالہ کی وہ اہمیت جاتی رہتی ہے جو حضرت مسیح موعود کو نبی قرار دینے والے اسے دینا چاہتے ہیں +

مگر مجھے تعجب اور سخت تعجب ہے ان لوگوں پر جو حضرت صاحب کے ان الفاظ سے کہ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ عقیدہ دعوائے مسیحیت سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر سوال کرنیوالا اپنے سوال میں جن دونوں مضمونوں میں تناقض ظاہر کرتا ہے ان کا حوالہ نہ دیدیتا تو بیشک ایک شخص کہہ سکتا تھا کہ اوائل کے مذہب سے مراد دعوائے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے نہ کہ دعوائے مسیحیت کے بعد کا زمانہ۔ لیکن جب معترض تریاق القلوب کا حوالہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تریاق القلوب میں آپنے لکھا ہے کہ میں چونکہ اُمتی ہوں۔ اور حضرت مسیح نبی۔ اُسپر مجھے صرف جزوی فضیلت ہو سکتی ہے اور بعد میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں اسکے خلاف لکھا ہے (جسکے ایڈیٹر اسوقت خود مولوی محمد علی صاحب تھے) اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ ان دونوں حوالوں میں تناقض نہیں بلکہ تریاق القلوب کے وقت میرا اپنا اجتہاد تھا اور بعد میں خدا تعالیٰ نے الہام سے مجھے اس عقیدہ سے پھیر دیا تو اب اوائل کے معنے یہ کرنے کہ اس سے مُراد دعوے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ ہے اور اس طرح تریاق القلوب کے ان حوالوں سے فائدہ اُٹھانا کس قسم کی دیانت اور امانت ہے اور کیا مومنانہ شان ایسی بات کی مقتضی ہے کہ انسان ایسے عظیم الشان مسائل پر قلم اُٹھاتے ہوئے صرف ایک فقرہ کو دیکھ کر اسپر رائے زنی کرنی شروع کر دے۔ اگر اوائل کے معنے زمانۂ مسیحیت سے پہلے کا زمانہ کرنیوالے لوگ سائل کے سوال کو دیکھ لیتے کہ وہ کن دو تحریروں میں تناقض ظاہر کرتا ہے تو انکو یہ غلطی نہ لگتی۔ اور اسکے لئے کسی دوسری کتاب یا کسی لمبی تحقیقات کی ضرورت نہ تھی بلکہ صرف ایک صفحہ پہلے نظر مارنے کی ضرورت تھی لیکن افسوس کہ جس احتیاط کیطرف دوسروں کو بُلایا جاتا ہے اس پر خود عمل نہیں کیا جاتا۔ ہم نے سوال اور جواب دونوں اوپر نقل کر دیئے ہیں اور ان کو پڑھ کر ہر ایک صحیح الدماغ انسان سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود نے تسلیم کیا ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے نبوت کے متعلق اور لکھا ہے اور ریویو آف ریلیجنز میں اسکے بعد اور خیال ظاہر فرمایا ہے لیکن اس کا جواب

یہ دیا ہے کہ اسے تناقض نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے براہین احمدیہ میں ظاہر کیا تھا کہ مسیح زندہ ہے اور بعد میں ظاہر کیا کہ نہیں وہ فوت ہو گیا ہے اور تریاق القلوب کے اس حوالہ اور ریویو آف ریلیجنز کے مضمون کا اختلاف بھی اسی وجہ سے ہوا ہے کہ بعد میں مجھے وحی الٰہی نے اپنا عقیدہ بدلنے پر مجبور کر دیا +

اگر حضرت مسیح موعود کا منشاء اوائل سے دعوائے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ تھا اور تریاق القلوب کا زمانہ نہ تھا تو بجائے تریاق القلوب اور ریویو میں اختلاف کو تسلیم کرنے کے آپ یہ جواب دیتے کہ دعوائے مسیحیت سے پہلے کے عقیدہ کا تو بیشک بعد کے عقیدہ سے اختلاف ہے لیکن یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ تریاق القلوب اور ریویو کے مضامین میں اختلاف ہے یہ بالکل باطل ہے۔ اور دونوں کا مضمون ایک ہی ہے اور انمیں کوئی اختلاف نہیں لیکن آپ معترض کے اعتراض کو قبول کرتے ہیں اور یہ جواب دیتے ہیں کہ تریاق القلوب کی تحریر تک میرا اور عقیدہ تھا بعد میں متواتر وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔ پس اس صراحت کے ہوتے ہوئے اوائل کے معنے دعوائے مسیحیت سے پہلے کا زمانہ کرنا ایک ایسی دلیری ہے جس کا مرتکب اگر غلطی سے ایسا نہیں کرتا تو دُنیا کو سخت دھوکا دینے والا ہے +

غرضکہ مذکورہ بالا حوالہ سے صاف ثابت ہے کہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو کہ اگست ۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے۔ اور یہ کہ آپکو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ ۱ و ۲ اور ۳ سے ثابت ہے آپکو خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں بلکہ نبی ہیں ہاں ایسے نبی جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض سے نبوت ملی۔ پس سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت مسیح موعود نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تریاق القلوب میں جو آپنے اپنا عقیدہ نبوت کے متعلق لکھا ہے بعد کی وحی نے اس سے آپکو بدلا دیا +

اس جگہ اگر کوئی شخص کہدے کہ نبی تو وہی ہوتا ہے جو شریعت لائے یا کسی دوسرے نبی کی اتباع سے اسے نبوت ملے اور چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے

آپ کو نبی نہیں کہہ سکتے تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ بے شک عوام میں یہ عقیدہ پھیلا ہوا ہے لیکن جیسا کہ ہم شروع مضمون میں لکھ آئے ہیں خدا اور قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی کے لئے یہ شرائط لازمی نہیں ہیں۔ اور اگر ابتدائے دعویٰ مسیحیت کے وقت حضرت مسیح موعود نے کبھی ان اُمور کے خلاف کچھ لکھا ہو تو وہ خود آپ کے بیان کے مطابق اسی وجہ سے تھا کہ لوگوں میں یہی عقیدہ رائج تھا۔ اور آپنے اسے اسوقت تک ترک کرنا پسند نہ فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار وحی کے ذریعہ سے اس کی غلطی سے آگاہ نہ فرمایا۔

✻

ہم حضرت مسیح موعود کو نبی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ کیا محدّث اور مجدّد؟ ہاں ہم بے شک یہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود محدث اور مجدد بھی تھے۔ لیکن محدّث اور مجدّد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ لیکن جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ پُوچھے تو ہم کبھی نہیں کہہ سکتے کہ بس آپ کا دعویٰ تو صرف مجدّد اور محدّث ہونے کا تھا نہیں ایسے موقعہ پر ہم کہیں گے کہ آپ کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا۔ بلکہ خاتم النّبیین ہونے کا تھا۔ اسی طرح اگر حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی اور آپ کے درجہ کے متعلق سوال ہو تو ہم مجبور ہونگے کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّی نبی ہونا تھا۔ چنانچہ جو لوگ آپ کا آخری درجہ مجدّدیت اور محدّثیت کو قرار دیتے ہیں۔ ان کی غلطی خود حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

"اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جاوے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کو جو درجہ ملا وہ محدثیت کا درجہ نہ تھا بلکہ اس سے بڑھ کر تھا اور بڑے درجہ میں چھوٹے درجے آپ آجاتے ہیں۔ غرضکہ حضرت مسیح موعود نبی تھے۔ اور جہاں آپنے نبوت سے انکار کیا ہے۔ انہی معنوں سے انکار کیا ہے جو لوگوں میں غلط طور پر رائج ہیں۔ اور وہ یہ کہ نبی صرف وہ ہو سکتا ہے جو شریعت لائے۔ یا یہ کہ پہلے کسی نبی کی اتباع سے اسے نبوت نہ ملے۔ چنانچہ آپ اس عقیدہ کو باطل قرار دے کر نبی

کے حقیقی معنے براہین میں یُوں درج فرماتے ہیں:۔

"یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسُول کا متبع نہ ہو۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

اب میں آخر میں حضرت مسیح موعود ع کی ایک ڈائری کا مضمون ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ آپ نے ان لوگوں کو کس طرح ڈانٹا ہے جو دوسروں سے ڈر کر آپ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس کی غلط تاویلات کرنی شروع کر دیتے ہیں:۔

"ایسا رسُول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحبِ کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے۔ اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا۔ وُہ صاف صاف کہدیا۔ اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ جبھی ولا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے۔ **ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسُول اور نبی ہیں۔** دراصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالےٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں۔ **اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔** ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے۔ اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت و صداقت کا اظہار ہو۔ پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے۔ جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے . . . . ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو۔ وُہ مُردہ ہے۔ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ ہندوؤں کے دین کو جو ہم مُردہ کہتے ہیں۔ تو اسی لئے کہ ان میں کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا۔ تو پھر ہم

بھی قصت گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں۔ اسی لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیئے۔ (بدر۔ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اس حوالہ کے بعد میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو نبی کہہ کر پکارا بھی ہے۔ چنانچہ پگٹ کے مقابلہ میں جو اشتہار دیا تھا اس کے آخر میں جہاں مشتہر کا نام لکھا جاتا ہے۔ یہ الفاظ تھے:۔

The Prophet Mirza Ghulam Ahmad

یعنی النبی مرزا غلام احمدؑ۔ اسی طرح دافع البلاء میں قادیان کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

اب میں خواجہ صاحب کے ایک اور اعتراض کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ میاں صاحب کی خلافت ثابت کرنے کے لئے مسیح موعود کو مستقل نبی ثابت کیا جاتا ہے۔ اور پھر آپ کو مستقل نبی ثابت کرنے کے لئے آپ کو احمدؑ ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ کا نام احمدؐ کسی نے نہیں رکھا۔ اور یہ ایک غلطی سے دوسری غلطی نکلی ہے اور لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات مسیح موعود کے بیان کے بھی خلاف ہے۔ افسوس کہ خواجہ صاحب نے بھرپور مطالعہ کے بغیر یہ بات لکھ دی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمدؑ لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیشگوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمدؑ کی پیشگوئی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمدؐ اور محمدؐ دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:۔

"اور اس آنیوالے کا نام جو **احمدؑ** رکھا گیا ہے۔ وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ **محمدؐ** جلالی نام ہے اور **احمد** جمالی۔ اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فقط احمدؐ ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں یعنے جامع جلال وجمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمدؑ جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے۔ بھیجا گیا۔ (ازالہ اوہام جلد دوم صد ۶۷۳)

...امی کرتے اور اسطرح آپکا یہ قول کہ لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی۔ عملی رنگ میں پورا ہوا۔ پس مسیح موعود کی نبوت سے انکار کرنے والا درحقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کو باطل اور بے معنی قرار دینے والا،
...عوذ باللہ من ذالک۔ خوب یاد رکھو کہ مسیح موعود کے نبی اور پھر عظیم الشان نبی ہونے میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی صداقت ہو۔ پس ہم اس محبوب خدا کی تکذیب کسطرح کرسکتے ہیں؟ مرزا محمود احمد

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں :-

"واشار عیسٰی بقولہ کزرع اخرج شطأہ الی قوم اٰخرین منہم وامامہم المسیح۔ بل ذکر اسمہ احمد بالتصریح واشار بھٰذا المثل الذی جاء فی القراٰن المجید الی ان المسیح الموعود لا یظہر الا کنبات لین لا کالشیٔ الغلیظ الشدید۔ ثم من عجائب القراٰن الکریم انہ ذکر اسم احمد حکایۃً عن عیسٰی و ذکر اسم محمد حکایۃً عن موسٰی۔ لیعلم القاریٔ ان النبی الجلالی اعنی موسٰی اختار اسمًا یشابہٗ شانہ اعنی محمدا الذی ھو اسم الجلال۔ وکذالک اختار عیسٰی اسم احمد الذی ھو اسم الجمال بما کان نبیًا جمالیًا وما اعطی لہ شیٔ من القہر والقتال۔ فحاصل الکلام ان کلًّا منہما اشار الی مثیلہ التام۔ فاحفظ ھٰذہ النکتۃ فانہا تنجیک من الاوھام وتکشف عن ساقی الجلال والجمال وتری الحقیقۃ بعد رفع الفدام۔ واذا قبلت ھٰذا فقد خلت فی حفظ اللہ وکلأہ من کل دجّال ونجوت من کل ضلال۔"

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴)

(ترجمہ) اور عیسٰی نے کزرع اخرج شطأہ الاٰیۃ میں وآخرین منہم والی جماعت اور ان کے امام کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسمہٗ احمد کہہ کر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتا دیا ہے۔ اور اس مثال میں (یعنی کزرع اخرج شطأہ میں) جو قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہے۔ حضرت عیسٰی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور نرم و نازک پودے کے مشابہ ہوگا۔ سخت چیز سے مشابہت نہیں رکھتا ہوگا۔ پھر منجملہ قرآنی لطائف کے ایک یہ نکتہ ہے کہ احمد نام کا تو عیسٰی کی پیشگوئی میں ذکر کیا ہے۔ اور محمد کا حضرت موسٰی کی پیشگوئی میں تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جائے کہ جلالی نبی یعنے موسٰی نے ایسا نام پیشگوئی میں اختیار کیا جو اس کے اپنے حال کے موافق تھا یعنی محمد جو جلالی نام ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسٰی نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی جمالی نبی تھے۔ اور قہر و قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ (موسٰی و عیسٰی میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کی طرف اشارہ کیا۔ اس نکتہ کو یاد رکھو کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے۔ اور جلال اور جمال دونوں کو خوب واضح کرتا ہے۔ اور پردہ

اُٹھا کر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے ۔ اور جب تم اس کو تسلیم کر و گے ۔ اور ایمان لوگے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں داخل ہو کر ہر ایک دجّال سے بچ جاؤ گے ۔ اور ہر ایک گمراہی سے نجات پا جاؤ گے ۔"

اِن حوالوں سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے ۔ اب رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے :- کہ جس قدر پیشگوئیاں آپ کی اُمت کی ترقی کی نسبت ہیں اُن کے پہلے مظہر تو آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ۔ اگر آپ احمدؐ نہ ہوتے تو مسیح موعود کیوں کر احمدؑ ہو سکتا تھا ۔ مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے ۔ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جائے تو ساتھ ہی اُس کی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جائیگی ۔ کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کہاں سے آسکتی ہے ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمدؐ تھے ۔ اور اس پیشگوئی کے اوّل مظہر وہ تھے لیکن چونکہ اسمیں ایک ایسے رسول کی پیشگوئی ہے جس کا نام احمدؑ ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت احمدؐ تھی نام احمدؐ نہ تھا ۔ اور دوسرے جو نشان اس کے بتائے گئے ہیں وہ اس زمانہ میں پورے ہوئے ہیں ۔ اور مسیح موعود پر پورے ہوئے ہیں ۔ اور آپ کا نام احمدؑ تھا ۔ اور آپ احمدؑ کے نام پر ہی بیعت لیا کرتے تھے ۔ اور خدا نے بھی آپکا نام احمدؑ رکھا ۔ اور آپنے اپنے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ۔ اس لئے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دیگئی تھی ۔ مسیح موعود ہی ہے ۔ ہاں اس لحاظ سے کہ آپ کے کل کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لئے ہوئے تھے ۔ اوّلین مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دینا ضروری ہے ۔ مگر اس لئے کہ آپ صفت احمدیّت کے سب سے بڑے مظہر تھے ۔ نہ اس لئے کہ آپ کا نام احمدؐ تھا ۔ کیونکہ آپ کا نام در حقیقت احمدؐ نہ تھا ۔ اور ہم جھوٹ نہیں بول سکتے ۔ بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپنے فرمایا کہ میں احمدؐ ہوں ۔ اور ماحی ہوں ۔ اور عاقب ہوں اور ماحی اور عاقب آپ کے نام نہیں ۔ بلکہ صفات ہیں ۔ اسی طرح احمدؐ بھی آپ کی صفت ہے نام نہیں ۔ قرآن کریم میں اور احادیث میں آپ کا ذکر جہاں کہیں ہے اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کو یاد کیا گیا ہے ۔ کلمۂ شہادت میں بھی اسم محمدؐ ہی داخل ہے ۔ آپ کی والدہ نے ہرگز آپ کا نام احمدؐ نہیں رکھا ۔ یہ بات کسی کی بنائی ہوئی ہے

اور آپ کو چونکہ تاریخ اسلام سے ایسی واقفیت نہیں۔ اِس لئے آپنے اس کو صحیح تسلیم کر لیا۔ آپ کی والدہ کو رُویاء میں محمدؐ نام بتایا گیا تھا۔ جو صحیح روایات سے ثابت ہے۔ پس آپ کی بات قابل پذیرائی نہیں۔ ابو طالب نے کوئی ایسے شعر نہیں کہے۔ جن میں آپ کا نام احمدؐ ہو۔ ابو طالب کے اشعار انہی لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے حضرت علیؓ کا دیوان اور ابن عباس رضؓ کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ کسی مؤرخ سے دریافت کریں کہ آیا یہ روایات درست بھی ہیں یا نہیں۔ بخاری اصح الکتب ہے۔ اس کی حدیث پر بھی جرح ہوتی ہے۔ پھر عام روایات کیوں کر بلا تحقیق مان لی جا سکتی ہیں۔ ہمارے مفسرین جو اکثر اوقات غلط و صحیح روایات میں فرق نہیں کرتے بلکہ جو قول ان کی تائید میں مل جائے نقل کر دیتے ہیں انکی کتب کو اگر آپ دیکھیں تو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر اس مضمون سے خالی ہیں یا تو یہ لکھ دیا ہے کہ یہ صفت احمدیّت کی پیش گوئی تھی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ انا محمد وانا احمد وانا ماحي وانا عاقب۔ اور اسی طرح انا نبي الرحمة والتوبة والملحمة۔ اور یا یہ لکھ دیا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ آسمان پر آپ کا نام احمدؐ تھا اور چونکہ حضرت مسیح نبی تھے انہوں نے آسمانی نام کے مطابق پیشگوئی کی تھی۔ پس آپ ان حوالجات کی مزید تحقیقات فرمائیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے۔ کہ کیسی کچی اور ناقابل اعتبار روایات سے جو صرف عیسائیوں کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے وضع کر لی گئی تھیں کہ تم تو احمدؐ کی پیشگوئی انجیل میں کہتے ہو مگر تمہارے نبی کا نام تو احمدؐ نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو اپنے اُوپر چسپاں فرماتے تو بھی کوئی بات تھی۔ لیکن آپنے نہیں فرمایا کہ یہ آیت مجھ پر چسپاں ہوتی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ انا بشارة عيسےٰ[1]۔ میں عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح نے دو۲ خبریں دی تھیں۔ ایک اپنی دوبارہ بعثت کی۔ اور ایک عظیم الشان نبی کی۔ جسے "وُہ نبی" کرکے پُکارا ہے۔ اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "وُہ نبی" تھے۔ اور مسیح موعودؑ

کی آمد حضرت نبی کی دوبارہ بعثت تھی۔ اور جو کام دوبارہ ہو اسے عربی کے محاورہ میں حمد کہتے ہیں۔ جیسے کہ کہتے ہیں کہ العودُ احمدُ۔ پس انا بشارۃ عیسیٰ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ انجیل میں صاف الفاظ میں دو الگ الگ پیشگوئیاں موجود ہیں۔ ایک آپ کی نسبت اور ایک مسیح موعود کی نسبت۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود وہی احمدؑ ہیں۔ اور ہم نے بارہا یہ ان سے سُنا ہے بلکہ سینکڑوں نے سُنا ہے۔ چنانچہ اخبار بدر میں آپ کا یہ مذہب بھی شائع ہو چکا ہے۔ وھو ھذا:۔

"(۱۰۔ دسمبر ۱۹۱۲ء) آج بعد ظہر مسجد اقصیٰ میں سورہ صف کے پڑھنے سے قبل کسی نے کہا۔ کہ اس سورت کو کھول کر بیان کرو حالانکہ حضرت صاحب تمام ضروری باتوں کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور عام تراجم سے جہاں اختلاف ہو وہ بھی خصوصیت سے بتلا دیتے ہیں مگر افسوس ہے کہ نادان لوگ بے فائدہ سوالات سے باز نہیں آتے۔ اس سورت کی تفسیر میں آپ نے ثابت کیا کہ جس **احمدؑ** کی بشارت اس سورہ شریف میں ہے وہ مثیل مسیح ہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی تھی۔ اور حضرت مسیح نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی ہے۔ فرمایا۔ میں اپنی ذوقی باتیں کم بیان کیا کرتا ہوں۔ سائل تو صرف **احمد** کے متعلق کھول کر بیان چاہتا ہے یہاں تو خدا نے احمدؑ کے بعد **نُور** کی طرف بھی قرآن شریف میں اشارہ کر دیا ہے۔ آگے **دین** کا لفظ بھی ہے۔ اور اس **نُور** کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔ (کلام امیر۔ ضمیمہ بدر بابت ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

اسکے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر اس آیت کے متعلق ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے بھی شائع کی ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں:۔ "میں مبشرًا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی متعلق ہے اور وہی احمدؑ رسول ہیں۔"

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمدؐ تھے۔ اور سب سے بڑے احمدؐ تھے کیونکہ آپ سے بڑا کوئی مظہر صفت احمدیت کا نہیں ہوا۔ لیکن آپ کا نام احمد نہ تھا۔ اور اسمہٗ احمدؑ کا مصداق مسیح موعود ہے۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی یہ پیشگوئی بوجہ آقا اور اُستاد ہونے کے اشارہ کرتی ہے۔

فصل دیکھو رسالہ تشحیذ بابت ستمبر ۱۹۱۲ء جلد ۷ نمبر ۹

[illegible]

خواجہ صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب احمد تھے تو پھر احمد رسول اللہ کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے مگر خواجہ صاحب نے اتنا نہیں سوچا کہ آپ بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد مانتے ہیں اور آپ کا یقین ہے کہ ان کا نام احمد تھا پھر کیا آپ کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ پڑھا کرتے ہیں؟ اگر باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کلمہ شہادت میں داخل ہے آپ محمد رسول اللہ کی بجائے احمد رسول اللہ نہیں کہتے تو ہمیں کس طرح مجبور کر سکتے ہیں کہ ہم احمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھیں اور مسیح موعود کو مراد لیں۔ اگر یہ کلمہ پڑھنا ضروری تھا تو پہلا فرض آپ کا تھا کہ آپ پڑھتے کیونکہ ہمارے لئے تو ابھی بہت سے مراحل طے کرنے باقی تھے۔ اول یہ کہ ہر نبی کے نام کا کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں دوم یہ کہ جب شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے تو پھر کسی اور نبی کا کلمہ پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں لیکن آپ کے لئے تو کچھ مشکل نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کلمہ شہادت میں پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور آپ کا نام آپ احمد مانتے بھی ہیں پھر کیوں آپ محمد رسول اللہ کی جگہ احمد رسول اللہ کہنا نہیں شروع کر دیتے۔ پس یہ اعتراض تو آپ پر پڑتا ہے نہ مجھ پر۔ پھر آپ وہ الفاظ تو قرآن کریم سے بتائیں کہ اس مبشر کا کلمہ بھی پڑھنا چاہیئے۔ اسمہ احمد والی آیت میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ اس کا کلمہ پڑھا جاوے۔ تاکہ اگر ہم مرزا صاحب کو احمد نبی مانیں تو اسکے کلمہ پڑھنا بھی ہم پر فرض ہو جاوے نہ اس آیۃ میں کوئی ایسے الفاظ ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ یہ احمد شریعت والا نبی ہوگا۔ کہ ہمیں کہا جائے کہ ہم ایک نئی شریعت لائیں قرآن کریم کے الفاظ صاف ہیں ان سے باہر جانیکا کسی کو حق نہیں اور اگر ہر رسول کا کلمہ پڑھنا ضروری ہوتا ہے، تو چاہیئے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ موسیٰ رسول اللہ عیسیٰ رسول اللہ وغیرہم من الانبیاء کے نام کو بھی کلمہ شہادت میں شامل کیا جائے۔ خواجہ صاحب یہاں گنجائش نہیں ورنہ میں آپ کو بتاتا کہ کلمہ شہادت میں صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور کسی نبی کو یہ رتبہ نہیں دیا گیا خواہ نیا ہو یا پرانا یہ ایک خاص فضل ہے جس میں سوائے آپ کے اور شریک نہیں۔ اور اگر یہ بھی ہو تب بھی آپ کا نام ہم تبرک کرتے اگر نعوذ باللہ آپکی شریعت کچھ منسوخ قرار دیتے۔

خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی صحابہ نہ تھے ایسے کلمات منہ سے نکالنے والیکو میں جاہل سمجھتا ہوں بشرطیکہ خواجہ صاحب اسکی صحت ثابت کر دیں۔ مسیح موعود اپنی عظمت اور شان میں ایسا بلند ہے، کہ اسکی عظمت کے ثابت کرنے کے لئے کسی صحابی کی نسبت ہتک آمیز الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا مقابلہ صحابہ سے کرتے وقت بھی کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرے کیونکہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان میں نبیوں سے بھی بڑے ہیں لیکن کیا ضروری ہے، کہ آپکی عظمت کے اظہار کے لیئے ہم صحابہ کی نسبت سخت لفظ استعمال کریں ہمیں ہر بزرگ کی عزت کرنی چاہیئے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا باقی رہا درجوں کا تفاوت انکی نسبت میں اپنا اعتقاد پہلے لکھ چکا ہوں اور وہ اعتقاد مسیح موعود کے منہ سے سنے ہوئے الفاظ کی بنا پر ہے۔

دوسرا مسئلہ کفر ہے جس پر خواجہ صاحب نے بحث کی ہے اس مسئلہ پر مَیں خود حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریریں شائع کر چکا ہوں مزید تشریح کی ضرورت نہیں میرا وہی عقیدہ ہے اور جبکہ مَیں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ سے وہ ویسی ہی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے پہلے انبیاءؑ نے بلا واسطہ نبوت پائی اور آپ نے بالواسطہ۔ پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ یہ حکم فلاں فلاں قسم کے نبیوں کی نسبت ہے ہاں مَیں اس فرق کو ضرور تسلیم کرتا ہوں جو حضرت مسیح موعودؑ نے تریاق القلوب میں لکھا ہے اور حقیقت الوحی میں اسکی مزید تشریح فرمائی ہے اور وہ یہ کہ صاحب شریعت نبی چونکہ شریعت کے لانیوالے ہوتے ہیں اسلیئے انکا انکار بلا واسطہ انسان کو کافر بنا دیتا تھا۔ لیکن ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ جو کچھ ملا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے اسلیئے آپکا انکار بھی اسی واسطہ سے کفر ہوتا ہے۔ یعنی آپ کا انکار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے پس جسقدر فرق نبوت کے حصول کا ہے وہی فرق مخالفین کے انکار پر سزا کا ہے جو نبی کسی دوسرے نبی کے متبع نہیں انکے مخالفین پر بھی کفر کا فتویٰ بلا واسطہ عائد ہوتا ہے لیکن مسیح موعودؑ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا ایک عہدہ دار ہے اس لیئے اسکے کفر کا فتویٰ دربار خاتم النبیین ...... سے جاری ہوتا ہے اور اسی واسطہ سے مخالفوں کو پہنچتا ہے اسی کی طرف حضرت نے حقیقت الوحی میں اشارہ فرمایا ہے کہ جو میرا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت میرے سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے۔

"علاوہ اسکے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسولؐ کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری اُمّت میں سے ہی مسیح موعود آئیگا...... اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لیئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہُوا اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی

تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو میں بوجہ افترا کرنے کے کافر ٹھہرا کیونکہ میں انکی نظر میں مفتری ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴)

پس جب مسئلہ نبوت ثابت ہو چکا تو یہ مسئلہ کفر بھی خود بخود ثابت ہو چکا۔

طریق تبلیغ کے متعلق مجھے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے خود فتویٰ دیا ہے میں اسی کو پیش کرتا ہوں آپنے یورپ میں تبلیغ کے متعلق جو راہ بتائی ہے وہ یہ ہے:۔

"۱۲ - فروری ۱۹۰۷ء - مولوی محمد علی صاحب کو بلا کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ یورپ امریکہ کے لوگوں پر تبلیغ کا حق ادا کرنیکے واسطے ایک کتاب انگریزی زبان میں لکھی جاوے۔ اور یہ آپ کا کام ہے۔ آجکل ان ملکوں میں جو اسلام نہیں پھیلتا اور اگر کوئی مسلمان ہوتا بھی ہے تو وہ بہت کمزوری کیحالت میں رہتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگ اسلام کی اصل حقیقت سے واقف نہیں اور نہ انکے سامنے اصل حقیقت کو پیش کیا گیا ہے۔ اُن لوگوں کا حق ہے کہ اُنکو حقیقی اسلام دکھلایا جاوے جو خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا ہے وہ امتیازی باتیں جو کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھی ہیں وہ ان پر ظاہر کرنی چاہئیں۔ اور خدا تعالیٰ کے مکالمات اور مخاطبات کا سلسلہ انکے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور اُن سب باتوں کو جمع کیا جاوے جن کے ساتھ اسلام کی عزت اس زمانہ میں وابستہ ہے۔ اُن تمام دلائل کو جمع کیا جاوے جو اسلام کی صداقت کیواسطے خدا تعالیٰ نے ہم کو سمجھائی ہیں۔ اس طرح ایک جامع کتاب طیار ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو بہت فائدہ حاصل ہو۔" (دیکھو بدر جلد ۶ نمبر ۹ صفحہ ۴)

پھر اسی طرح ایک احمدی کے لیئے بڑا کام آپ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

"خانصاحب کے اس استفسار پر کہ ہم کو یہاں سے جا کر کیا بڑا کام کرنا چاہیئے؟ فرمایا ہماری دعوت کو لوگوں کو سُنایا جاوے ہماری تعلیم سے انکو واقف کیا جاوے

تقوٰی توحید اور سچا اسلام انکو سکھایا جاوے ''

(الحکم جلد ۷ نمبرہ صفحہ ۱۳ بابت ۷۔ فروری ۱۹۰۳ء)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود یورپ میں تبلیغ اسلام کے لیئے اپنے الہاموں اور معجزات کا ذکر کرنا ضروری خیال فرماتے ہیں خود حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کی ہے اور اشتہار ارسال فرمائے ہیں انہیں دیکھ لیں کیا طریق ہے اپنا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ ملکۂ معظمہ کو جو تبلیغی چٹھی لکھی ہے اسی کو پڑھ لیں آیا لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دیکر چھوڑ دیا ہے یا آگے اپنے آپ کو بھی منوانیکی کوشش کی ہر آپکا طریق عمل ظاہر ہے پھر ہم اس سے کیونکر منحرف ہوں خود آپنے جب وطن کی تحریک پر مسلم انڈیا کی طرز پر ریویو کو چلانا چاہا تو حضرت نے یہی جواب دیا کہ کیا آپ لوگوں کے سامنے مردہ اسلام پیش کرینگے۔ کیا ریویو یورپ کے لیئے جاری نہ ہوا تھا کیا ایڈیٹر وطن اور ڈاکٹر عبد الحکیم کو یہی اعتراض نہ تھا کہ جو رسالہ یورپ کے لیئے ہے اسمیں صرف عام اسلامی مضامین ہوں سلسلہ کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے اور عبد الحکیم کو جو کچھ جواب ملا وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت خلیفۂ اول رضؓ نے اگر آپ کی تعریف کی تو اس سے کیا ثابت ہوا آپ اُن کو لکھ رہے تھے کہ میں بہت اچھا کام کر رہا ہوں انہوں نے لکھا کہ ہاں جزاکم اللہ ہم اگر آپ کی تعریف کرتے تھے تو اس لیئے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا ثبوت نہ تھا جس سے معلوم ہو کہ آپ وہاں احمدیت کا ذکر نہیں کرینگے آپ ہندوستان میں فرمایا کرتے تھے کہ میں سڑک صاف کرلوں پھر سلسلہ کا ذکر کرینگے ہمارا خیال تھا کہ آپ جنکو مسلمان بناتے ہیں انکو کچھ عرصہ کے بعد احمدی بنائینگے یا کم سے کم ہمارے پاس اسکے خلاف کوئی ثبوت نہ تھا حتّٰی کہ حضرت خلیفۂ اولؓ جب بیمار تھے تو آپ کا وہ خط آیا جس میں لکھا تھا کہ یہاں اسلام کے فرق کا ذکر سم قاتل ہے یا اسی قسم کے اور لفظ تھے انکے بعد آپ سے ہمیں کوئی ہمدردی نہ رہی جس قدر ہمدردی تھی جاتی رہی کیونکہ ہمارا تعلق آپ سے مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے تھا جب آپنے اسکے طریق کو چھوڑا ہم نے اسیوقت

سے آپ کو چھوڑ دیا اور جب اس طریق کو اختیار کرلیں گے ہم بھی آپ سے اسی طرح ملیں گے جس طرح بھائی بھائی ملتے ہیں یا جس طرح انکو ملنا چاہیئے۔ پھر ایک اور فرق پیدا ہو گیا اور وہ یہ کہ آپنے مرکز سے قطع تعلق کر لیا اور ہمارے خیال میں ترقی اسی وقت ہوسکتی ہے جب متحدہ کوشش سے کام ہو۔ پس آپ کو مدد دینا گویا دو مرکزوں کو تسلیم کر کے سلسلہ کی اتحادی طاقت کو توڑنا تھا اور پھر سلسلۂ احمدیہ کی تبلیغ کا کام بھی ولایت میں شروع کر دیا گیا تھا جسکی مدد کرنا ہمارا پہلا فرض تھا۔ پس یہ وجہ ہے کہ کل کچھ اور کہا جاتا تھا اور آج کچھ اور۔ آپ اس بات پر کیوں حیران ہیں کہ میری نسبت اور بعض میرے دوستوں کی نسبت آج وہ الفاظ نہیں استعمال کیئے جاتے جو پہلے کیئے جاتے تھے کیونکہ واقعات کے تغیر سے خیالات بھی بدل جاتے ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ ایک وہ دن تھا کہ مولٰنا سید محمد احسن صاحب کی تعریف میں آپ لوگ رطب اللسان تھے اور پھر وہ دن آیا کہ کسی لکھنے والے نے یہ بھی لکھدیا کہ حضرت صاحب کا یہ الہام انہی مولوی صاحبان کی نسبت تھا کہ "مولوی ننگے ہو گئے" پھر وہی ام المومنین جسکی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے آپ ایک بُرا لفظ بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے آج اسکی نسبت بُری سے بُری باتیں منسوب کیجاتی ہیں اور میری نسبت تو مدت سے ایسے خیالات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے کہ مجھے کوئی نیا اعتراض غمگین نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تعجب اور حیرت انسان کو اسی چیز پر ہوتی ہے جو نئی ہو جس چیز کو دیکھتے اور سنتے برسوں گزر گئے ہیں اُس نے حیرت اور تعجب کیا پیدا کرنا ہے۔ پس حالات کے تغیر سے خیالات میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ کوئی ایسی خلاف فطرت بات نہیں کہ اسپر آپکو تعجب ہو عبدالحکیم اور عباس علی کی نسبت حضرت صاحب نے تعریفی کلمات لکھے پھر بعد میں جو کچھ لکھا وہ بھی آپ کی کتابوں میں موجود ہے مگر ہم حضرت صاحب پر اعتراض نہیں کر سکتے کہ آپنے دو پہلو کیوں بدلے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپنے دو مختلف تحریریں اسلیئے شائع کیں کہ وہ دو مختلف حالات کے متعلق تھیں ایسا ہی اب ہے اگر حالات پھر پہلے سے ہو جائیں تو آرا بھی بدل جائیں گے۔

رنگ میں کام کر رہا ہے جس میں میں کرتا تھا۔ میرا جواب یہ ہے کہ اگر چودھری فتح محمد اسی طریق سے کام لیتے ہیں جو خواجہ صاحب کا ہے یعنی سلسلہ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اسکو چھپاتے ہیں تو میں انکو بھی ویسا ہی قصوروار خیال کرتا ہوں جیسے خواجہ صاحب کو۔ مجھے تو افعال سے بحث ہے نہ کہ انسانوں سے۔ جس فعل کو میں بُرا خیال کرتا ہوں جو کوئی بھی اس فعل کا مرتکب ہو میں اُسے خطاکار خیال کرونگا۔ لیکن میں اسقدر اور ضرور کہدینا چاہتا ہوں کہ چودھری فتح محمد صاحب کے جو خطوط آتے رہتے ہیں ان سے خواجہ صاحب کے خیال کی تردید ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے خطوط میں برابر اس امر کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ وہ سلسلہ کی تبلیغ میں کوشاں ہیں اور چودھری فتح محمد صاحب کا میں ایسی اچھی طرح سے واقف ہوں کہ انکی نسبت جھوٹ منسوب نہیں کر سکتا میں اور وہ ایک جماعت میں پڑھتے رہے ہیں اور بچپن سے ہم ایکدوسرے کے واقف ہیں میںنے اس واقفیت کے عرصہ میں انکو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا پس میں کس طرح انکی تحریروں کو غلط سمجھ لوں اور خصوصاً جبکہ انکے بیانات پر الٰہی شہادت کی مُہر صداقت بھی ہے اور وہ اس طرح کہ جس دن خواجہ صاحب کی لاہور میں تقریر تھی اس دن انکا ایک تار آیا کہ وہاں ایک شخص احمدی مسلمان ہو گیا ہے اگر وہ اس طریق پر عمل کرتے جس پر آپ عمل کرتے تھے تو انکے ہاتھ سے احمدی مسلمان کیونکر ہوا کیوں نہ آپکے ہاتھ پر کوئی انگریز احمدی ہوا۔

خواجہ صاحب غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق جس اختلاف کا ذکر فرماتے ہیں مجھے اسپر بھی تعجب ہے کیونکہ اس مسئلہ میں خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا اور آپکی تحریر سے بالکل ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ نے اس مسئلہ پر کچھ فرمایا بھی ہے یا نہیں مومن انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے اصول سے نہ پھرے۔ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا فرمایا ہے چنانچہ مسئلہ خلافت پر زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے لیکن نماز کے متعلق اس بات کو نظر انداز کر گئے ہیں کہ آپنے غیر ممالک میں غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی نسبت کیا فتویٰ دیا ہے مگر مجھے امید ہے کہ

جب خواجہ صاحب کو وہ فتویٰ معلوم ہو جائیگا تو وہ اپنے خیالات میں اصلاح کر لیں گے
ان فتووں میں سے ایک تو وہ فتویٰ ہے جو عجب خاں صاحب کے سوال پر حضرت مسیح موعودؑ
نے دیا تھا اور عجب خاں صاحب اسوقت مخالفین خلافت کے ایک اعلیٰ رُکن ہیں اور
خواجہ صاحب کے واقف ہیں ان سے دریافت کریں کہ مسیح موعود نے کیا فتویٰ دیا تھا مگر
چونکہ وہ فتویٰ شائع ہو چکا ہے اس لیئے میں اسے ذیل میں درج کر دیتا ہوں۔

(مورخہ ۱۰- جنوری سنہ ۱۹۰۳ء) "جناب خان عجب خان صاحب آف زیدہ کے استفسار
پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور
ناواقف ہوتے ہیں انکے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں فرمایا اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں
لوگ واقف نہ ہوں۔ اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو
اُنکے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا۔ اگر تصدیق کریں تو انکے پیچھے نماز پڑھ
لیا کرو ورنہ ہرگز **نہیں** اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اسوقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے۔
پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھُسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کے
مخالف ہے۔" (الحکم جلد ۷ نمبرہ صفحہ ۱۳ بابت ۷- فروری سنہ ۱۹۰۳ء)

اسی طرح سید عبد اللہ صاحب عرب جب اپنے وطن کو چلے تو آپ نے اسی مسئلہ کے
متعلق جو دریافت کیا اور جو جواب ملا وہ بھی ذیل میں درج ہے۔

(مورخہ ۱۰- ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء) "سید عبد اللہ صاحب عرب نے سوال کیا کہ میں اپنے ملک
عرب میں جاتا ہوں وہاں میں اُن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ فرمایا مصدقین
کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضور کے حالات سے
واقف نہیں ہیں اور انکو تبلیغ نہیں ہوئی فرمایا انکو پہلے تبلیغ کر دینا پھر یا وہ مصدق
ہو جائیں گے یا مکذب۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے ملک کے لوگ بہت سخت ہیں
اور ہماری قوم شیعہ ہے۔ فرمایا تم خدا کے بنو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کا معاملہ صاف ہو جائے
اللہ تعالیٰ آپ اسکا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔" (الحکم جلد پنجم نمبر ۲ مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)
(فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸

"سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہیں تو اسکے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

فرمایا پہلے تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اسکو پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اور اگر کوئی خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو وہ بھی منافق ہے اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۸۲)

ان تینوں حوالوں سے صاف ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس فتویٰ میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں اور بالکل صاف فتویٰ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت خلیفۂ اوّل نے اسکے خلاف کیوں فتویٰ دیا سو اسکی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپکو یہ فتویٰ معلوم ہی نہ ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپکے بار بار کے اصرار پر اس خیال سے کہ آپ کسی زیادہ خطرناک ابتلا میں نہ پڑیں اجازت دیدی ہو۔ مگر خواجہ صاحب آپنے ولایت کی زمین کو ایسا مطہر اور پاک کنندہ خیال کیا کہ خود آپکے خیال کے مطابق جس ملک کے باشندوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہ تھی ولایت میں آپنے انکے پیچھے نماز پڑھ لی حالانکہ انگلستان کی زمین میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں جس سے ہندوستان کے لوگ جب ولایت میں جائیں تو انکے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہو جائے۔ آپنے ۱۸۹۲ء کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لاہور میں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی اور کفر نامہ اس سے پہلے کا تیار تھا۔ اسلیئے معلوم ہوا کہ مسئلہ کفر باعث نہ تھا غیر احمدیوں کے پیچھے نماز چھوڑنیکا۔ مجھے اس واقعہ سے انکار نہیں اور یہ واقعہ ہماری تائید میں ہے نہ کہ تردید میں یہ واقعہ تو ان لوگوں پر حجت ہے جو کہتے ہیں کہ نماز صرف انکے پیچھے حرام ہے جو مکفّر ہوں دوسروں کے پیچھے جائز ہے اور جو اپنی تائید میں لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک بیرسٹر سے گفتگو کو سند پکڑا کرتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ صرف مکفّر کے پیچھے نماز ناجائز ہے کیونکہ خواجہ صاحب شہادت دیتے ہیں کہ مولوی رحیم بخش مکفر کے پیچھے حضرت مسیح موعودؑ نے خود نماز پڑھی اس واقعہ سے تو صاف ثابت ہے کہ نماز غیر احمدیوں کے پیچھے نہ پڑھنیکا اصل باعث کچھ اور ہی

ہے کیونکہ ایک وہ زمانہ تھا جب باوجود کفر کے فتویٰ کے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز حضرت
مسیح موعودؑ بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور اس بات کے ثابت ہونے سے یہ بات بھی حل ہوگئی
کہ غیر ممالک میں بھی غیروں کے پیچھے نماز جائز نہیں کیونکہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے
غیر ممالک میں نماز پڑھنا جائز بتاتے ہیں وہ اسکی وجہ یہی بتاتے ہیں کہ کافر کہنے والے
تو ہندوستان کے لوگ ہیں غیر ممالک کے لوگوں کا کیا قصور ہے کہ انکے پیچھے
نماز نہ پڑھی جائے لیکن یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ نماز سے روکنے کا اصل باعث
یہ تھا گو غیر احمدیوں کو انکے اپنے مسلمات کے رو سے بھی ملزم کرنیکے لیئے یہ بھی
پیش کیا جاتا رہا ہو لیکن اصل باعث کچھ اور ہی تھا خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ
اصل باعث مسجدوں کے چھوڑنیکا مسئلہ کفر نہ تھا بلکہ اصل باعث خلل امن تھا احمدی
جماعت تھوڑی تھی مخالف زیادہ تھے اور لڑائی جھگڑوں میں ضمانتوں تک نوبت پہنچ
جاتی تھی اسلیئے حضرتؑ نے مساجد سے روکدیا یہ جواب بہت معقول ہوتا اگر اس سے مسجدوں
سے ممانعت کا فتویٰ نکالا جاتا لیکن حضرت مسیح موعودؑ تو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے
سے بھی روکتے ہیں ہمیں ایسا فتویٰ تو کوئی نظر نہیں آتا جسمیں آپنے یہ حکم دیا ہو کہ احمدی
غیر احمدیوں کی مساجد میں کبھی نہ گھسیں ہاں مساجد سے باہر جہاں فتنہ کا خوف نہ ہو انکے
پیچھے نماز پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں۔ لیکن اسکے خلاف یہ حکم ہمیں ملتا ہے کہ غیروں کے پیچھے
نماز نہ پڑھو حالانکہ اگر آپکی بات درست ہے تو اصل حکم یوں چاہیئے تھا کہ غیر احمدیوں کی
مساجد میں مت گھسو لیکن یہ حکم ہمیں قطعی ممانعت کے رنگ میں کبھی نہیں ملا گو یہ
حضرت صاحب کا ارشاد تھا کہ اگر دوسرے لوگ تمھیں نماز نہ پڑھنے دیں تو ان مساجد میں
جانیکی کوئی ضرورت نہیں لیکن حکم اگر ملا تو یہ کہ غیر احمدیوں کے پیچھے خواہ وہ کسی رنگ کے
ہوں نماز نہ پڑھو حالانکہ اگر فساد باعث تھا تو کیوں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ اجازت نہ دیدی
کہ اگر اپنے گھر پر کسی غیر کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملجائے تو تمکو اجازت ہے کہ اس کے
پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ اپنے گھر پر ایک غیر احمدی دوست کے پیچھے نماز پڑھنے میں کسی
قسم کے فساد کا خطرہ نہیں ہو سکتا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی استثناء بیان نہیں

فرمایا۔ پھر غیر ممالک میں جہاں لوگوں کو اطلاع نہ ہو کہ یہ نماز پڑھنے والا کون ہے۔ ایسی جگہ بھی غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکدیا۔ جیسا کہ خان عجب خان صاحب کے فتوے سے ظاہر ہے اور پھر خاص کعبہ میں غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں روک دیا۔ حالانکہ بیت اللہ میں تو ہر فرقہ کے لوگ جماعت میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور ان پر کوئی گرفت نہیں۔ باہر شرارت کرنے والے بیشک شرارت کریں۔ مگر خود بیت اللہ میں کوئی کسی کو منع نہیں کرتا۔ کہ جماعت میں کیوں شامل ہوتا ہے۔ ہاں الگ نماز پڑھنے پر بیشک فساد کا خطرہ ہوتا۔ لیکن حضرت صاحب نے وہاں بھی غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکدیا۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

"حج میں بھی آدمی یہ التزام کر سکتا ہے۔ کہ اپنے جائے قیام پر نماز پڑھ لیوے اور کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ بعض آئمہ دین سالہا سال مکہ میں رہے لیکن چونکہ وہاں کے لوگوں کی حالت تقویٰ سے گری ہوئی تھی۔ اس لئے کسی کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہ کیا۔ اور گھر میں پڑھتے رہے۔" (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۲۱)

پس ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ غیر احمدیوں سے نماز میں جدائی اختیار کرنیکے فتوے کا اصلی باعث نہ مسئلہ کفر تھا۔ جیسا کہ خود خواجہ صاحب نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ اور نہ فساد جھگڑے کا خطرہ تھا۔ جیسا کہ ان کا اپنا بیان ہے۔ گو یہ دونوں وجوہات بھی احمدیوں کے لئے مشکل پیدا کرنیکا باعث ہوں لیکن حرمت کی اصل وجہ کچھ اور ہونی چاہیئے۔ اور وہ میں بیان کرتا ہوں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں

"یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنے جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے

سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو جو شخص مجھے دِل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دِل سے قبول نہیں کرتا اسمیں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤگے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا۔ اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں۔"

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲)

اس فتوے سے ہمیں اصل غرض حرمت نماز کی معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ اور یہ وجہ وہ ہے جو نہ ہند سے خاص ہے اور نہ عرب سے نہ انگلستان سے خدا تعالےٰ کے حرام کو کوئی حلال نہیں کر سکتا۔ اور اس کے منع کئے ہوئے کو کوئی جائز نہیں کر سکتا۔ پس اصل وجہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام کرنے کی یہی ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو ایک ہی مالک اور خالق ہے اس تمام جماعت کو جسے حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور آپ کے الہاموں پہ ایمان ہے حکم دیا ہے کہ وہ کبھی کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور اس اعلان کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے ہر ایک اس شخص کو جس نے غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی اجازت نہیں دی۔ خواہ وہ کسی بہانہ سے ہی اجازت طلب کرتا رہا ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے مامور و مرسل جن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اسوقت تک کوئی قطعی فتوےٰ نہیں دیتے۔ جبتک ان کو خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ ہو جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو متعہ سے روکتے تھے۔ پھر بعض حالات کے ماتحت اسے جائز بھی کر دیتے کیونکہ اس حرمت کا باعث خداتعالےٰ کا حکم نہ تھا۔ بلکہ آپکا اپنا اجتہاد تھا۔ آپ جب منع فرماتے ہونگے۔ تب بھی کسی وجہ سے منع فرماتے ہونگے مگر چونکہ حکم نہ تھا۔ جب دیکھتے کہ لوگ اس امر کے محتاج ہیں کہ انہیں متعہ کی اجازت دیجائے۔ آپ اجازت دیدیتے۔ چنانچہ شیعہ آجتک ان اجازتوں پہ مصر

ہیں۔ لیکن ایک وہ وقت آیا کہ آپ نے فرمایا کہ اعلان کر دو۔ کہ خدا تعالےٰ اور اس کا رسول اس کام کو حرام کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد مُتعہ جائز نہ ہُوا ۔

اسی طرح نماز کو ابتدا میں حضرت مسیح موعود نے بعض عقلی دلائل کی بنا پر اور بعض نقائص کی بنا پر چھوڑوایا۔ اور ترک کرایا اور ان میں فتوائے کفر بھی تھا۔ اور مساجد کا فساد بھی تھا۔ چنانچہ اول الذکر دلیل خود حضرت مسیح موعود دیتے رہے ہیں۔ اور دوسری دلیل حضرت خلیفۃ اوّل بیان فرمایا کرتے تھے۔ لیکن یہ دونوں اصل حرمت کے باعث نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ یہ وقتی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے غیروں کی مساجد میں جانا یا کافر کہنے والوں کے پیچھے نماز منع کر دی گئی۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ کا حکم آیا۔ جس پر نماز غیروں کے پیچھے حرام کی گئی۔ اور اب صرف منع نہ تھی بلکہ حرام تھی۔ اور حقیقی حرمت صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے۔ پس غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے والا اصل باعث خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ گو ابتداءً نماز وں میں غیروں کو امام بنانا یا انکی مساجد میں جانا ترک کرنا ایک حد تک مسئلہ کفر یا مساجد کے فساد ہی کے باعث تھا مگر پھر خدا تعالےٰ کے حکم نے ہمارے استدلال سے اس فتوے کو باہر نکال دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے ناطق فیصلہ سے ظاہر فرما دیا۔ کہ وہ احمدیوں کا کس راہ پر قدم زن ہونا پسند فرماتا ہے۔ پس اصل وجہ یہی ہے جو ہر جگہ یکساں قائم ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فیصلہ میں کسی قوم یا ملک کو مستثنےٰ نہیں فرمایا۔ پس کون ہے جو اس فتوے کے علم کے باوجود اس کے خلاف عمل کرے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے فتووں میں اس حکم کی تشریح فرما دی ہے۔ اور غیر ممالک کے جانے والوں کو بھی غیروں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکدیا ہے۔ بلکہ جو شخص غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اسکے متعلق یہ فتوے دیا ہے۔ کہ کوئی احمدی اسکے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ چنانچہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے یہ جواب عطا فرمایا ہے۔

"جو احمدی انکے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۲۲)

باقی رہا یہ کہ خلیفہ اپنی وفات تک غلطی پر قائم نہیں رہتا۔ یہ ایک من گھڑت اصل ہے۔ یہ انبیاء کی نسبت حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے نہ خلفاء کی نسبت پس آپکا یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ حضرت خلیفۃ اول اس عقیدہ پر اور مسئلہ کفر پر آپ کے خیال کے مطابق آخر دم تک قائم رہے تو اس سے آپکی تائید ہوئی غلط ہے۔ نماز کے متعلق تو حضرت خلیفہ اوّل کو حضرت مسیح موعود کا فتوٰی معلوم نہ تھا۔ ایک فتوٰی آپکی سخت بیماری میں آپ کو دکھایا گیا مگر وہ مکمّل نہ تھا۔ اس لئے اسکے متعلق حضرت فیصلہ نہیں کر سکے۔ اور نہ وہ وقت ایسا تھا ہی کہ آپ فیصلہ کر سکتے۔ باقی رہا کفر کا مسئلہ۔ اسکے متعلق میرے پاس حضرت کی تحریر موجود ہے۔ آپ کے مختلف حوالجات سے آپ کا مذہب ظاہر ہوتا ہے وہ شائع ہو چکے ہیں۔ میںنے اپنے پاس سے نہیں بلکہ مسیح موعود کا اعتقاد ایک رسالہ میں لکھ کر شائع کیا تھا۔ اس پر آپ نے تصدیق کی۔ وہ مضمون اب تک آپ کا اصلاح کردہ موجود ہے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آپکا مذہب فتواء کفر میں میرے خلاف تھا۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے مضامین پر بھی حضرت کے دستخط ہیں۔ مگر اس اختلاف کی صورت میں ہم ان فتووں کو دیکھینگے۔ جو آپ نے خود بخود دیے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپکی رائے کی نسبت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کیا تھی؟ لیکن آپ کا کوئی حق نہیں کہ خلاف واقعہ اسے اپنی تائید میں پیش کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ آپ کے ایک دوست نے مشہور کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ کفر کا مسئلہ میاں صاحب نہیں سمجھے۔ لیکن یہ بالکل جھوٹ ہے۔ وہ اپنے بیان پر قسم کھا جائے۔ تو میں دیکھونگا۔ کہ اللہ تعالےٰ اس سے کیا سلوک کرتا ہے۔ ورنہ جھوٹ سے کیا فائدہ؟ آپ نے اس طرح فرمایا تھا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ تم کبھی غیر احمدیوں کو کافر کہتے ہو۔ کبھی مسلمان یہ ایک ایسا باریک مسئلہ ہے کہ اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ حتّٰی کہ میاں صاحب بھی نہیں سمجھے +

اس فقرہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ آپ کے نزدیک

میں کفر کا مسئلہ نہیں سمجھا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کے خیال میں میں اس بات کو نہیں سمجھا۔ کہ کیوں آپ کبھی کافر کہتے ہیں کبھی مسلمان۔ اس میں کیا بھید ہے؟ اور حتّی کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ کے خیال میں ہی وہ شخص تھا جسے اس مسئلہ کو سمجھنا چاہئے تھا۔ پس اس سے میرے مخالف کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اُسوقت جب آپ نے یہ کلمات فرمائے اور لوگ بھی موجود تھے۔ اور مینے انکی حلفی شہادت لے لی ہے جو میرے پاس موجود ہے۔ لیکن چونکہ اسوقت حضرت کی حالت نازک تھی۔ مینے مناسب نہ سمجھا کہ اس بحث کو چھیڑا جائے۔ اب ذیل میں وہ شہادت درج کی جاتی ہے۔

"میں اور چند اور احباب اور حضرت میاں صاحب حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت نے اپنے سلسلہ کلام میں فرمایا۔ کہ "کفر و اسلام کا مسئلہ جو بڑا مشکل سمجھا جاتا ہے گو لوگ مجھے کہتے ہیں کہ یہ کبھی مسلم کہتا ہے اور کبھی کافر لیکن خدا نے مجھے اس میں وہ سمجھایا ہے جو کسی کو نہیں سمجھ آیا۔ حتّی کہ میاں کو بھی سمجھ نہیں آیا۔ اور میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ شہادت دیتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے یہی فرمایا تھا۔" (محمد سرور)

"مندرجہ بالا بیان جہاں تک مجھے یاد ہی بالکل درست ہے۔ سوائے اسکے کہ مجھے کہتے ہیں کی بجائے آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کبھی کافر کہتا ہے اور کبھی مسلمان۔" (شیر علی)

"مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے ترجمہ قرآن شریف سننے کے وقت جو مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں فرمایا تھا کہ مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں (غیر احمدیوں کو) کافر کہتا ہوں اور کبھی مسلمان۔ یہ دقیق مسئلہ ہے کسی نے نہیں سمجھا حتّی کہ میاں نے بھی نہیں سمجھا۔ یہ مسئلہ بھی احمدیوں میں صاف ہونے کے قابل ہے۔" (راقم محمد علیخان)

"حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت دریافت کرنیکے لئے یہ خاکسار حضور کے مکان پر حاضر ہوا دیکھا تو مولوی محمد علی صاحب ترجمۃ القرآن کے نوٹس سنا رہے تھے اور حضرت کے سرہانے جناب حضرت صاحبزادہ صاحب بیٹھے تھے کہ حضرت اقدس نے فرمایا کہ میرے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہے کبھی مسلمان۔ یہ ایک باریک مسئلہ ہے جو ہمارے میاں نے بھی نہیں سمجھا۔" (راقم مہر محمد خان مالیر کوٹلوی ثم قادیانی)

باقی رہا یہ کہ میرا کوئی مضمون امرتسر میں چھپا۔ لیکن اسکی اشاعت حضرت خلیفہ اول نے روک دی۔ یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ جو آپ تک پہنچایا گیا۔ میں نے سوائے اس مضمون کے جو تشحیذ میں شائع ہوا اور کوئی مضمون اس موضوع پر نہیں لکھا۔ ہاں! تشحیذ سے لیکر کسی نے الگ ٹریکٹ میں اسے شائع کرنا چاہا تھا۔ اسے حضرت خلیفہ اول نے روک دیا تھا۔ اور یہ فعل اس شخص کا تھا بھی نامناسب۔ کیونکہ یہ مضمون خاص جماعت کے لئے تھا۔ اور ایک رسالہ اور ایک اخبار میں شائع ہو کر اسکی جماعت میں کافی اشاعت ہو چکی تھی۔ اب اس کو الگ شائع کرنا خواہ مخواہ لوگوں کو جوش دلانا تھا۔ اور اسراف بھی جب میںنے سُنا کہ ایک شخص نے ایسا کیا ہے تو میں نے بھی اسے پسند نہیں کیا۔ پس وہ وہی مضمون تھا جسے تشحیذ میں حضرت کی اجازت سے شائع کیا گیا۔ بلکہ وہی مضمون تھا جس کی نسبت جب مشہور کیا گیا۔ کہ اس پر حضرت ناراض ہیں تو میںنے دوبارہ پیش کیا۔ کہ اگر آپ شرح صدر سے اجازت دیں تب شائع کروں۔ تو اس پر حضور نے فرمایا کہ میں منافق نہیں کہ منافقت سے اجازت دوں۔ کیا آپکو میری بات پر اعتبار نہیں آیا۔ اس جواب کے بعد میںنے اسے شائع ہونے کے لئے دیا۔ اور وہ مضمون حضرت کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ میری تصنیف نہیں +

اب ایک مسئلہ خلافت باقی رہ گیا ہے جس پر خواجہ صاحب نے بڑا زور دیا ہے۔ اور در حقیقت یہی ایک بڑی بنائے مخاصمت ہے۔ ورنہ ہم سے ان کو کچھ زیادہ پرخاش نہیں۔ خلافت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ وہی باتیں ہیں جن کا مفصل جواب خلافت احمدیہ میں حضرت خلیفہ اول کے حکم کے ماتحت انجمن انصار اللہ نے دیا تھا۔ اب ایک طرف تو وہ مضمون ہے۔ جسکا خود خلیفہؓ اول رضؓ نے حکم دیا اسے دیکھا اصلاح فرمائی اجازت دی۔ کیا اس کے مقابلہ میں آپ بھی کوئی ایسا مضمون خلافت کے خلاف پیش کر سکتے ہیں جسے حضرت خلیفہؓ اول نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہو پسند فرمایا ہو۔ اور شائع کرنے کی اجازت دی ہو۔ تاکہ اس

سے آپ کے اس دعوے کی تصدیق ہو سکے۔ کہ حضرت خلیفہؓ اول شخصی خلافت کے قائل نہ تھے +

میری اس سے یہ غرض نہیں۔ کہ حضرت خلیفہؓ اول کی پسندیدگی سے خلافت کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ کیونکہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ آپ کی پسندیدگی یا عدم پسندیدگی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اصل فیصلہ وہی ہونا چاہئیے۔ جو اسلام اور مسیح موعود کے حکم کے ماتحت ہو۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح بھی آپ کے اس خیال کے مؤید تھے۔ اور آپ صرف ایک بزرگ ہونے کے لحاظ سے بیعت لیتے تھے۔ نہ کہ خلیفہ کی حیثیت سے۔ لیکن یہ بات صریح غلط ہے۔ حضرت کی پہلی تقریر جو خلافت سے پہلے آپ نے کی موجود ہے۔ اور آپ لوگوں نے اس پر جو اعلان کیا وہ بھی موجود ہے۔ انکو دیکھ کر کوئی انسان فیصلہ نہ کریگا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح مسئلہ خلافت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ یہ بھی فیصلہ نہ کریگا۔ کہ خود خواجہ صاحب بھی قائل نہ تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح کو جب بیعت کے لئے کہا گیا۔ تو آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ جس کے بعض فقرات ذیل میں درج ہیں۔ "موجودہ وقت میں سوچ لو۔ کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اسوقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کرلو (جن کے آپنے پہلے نام لئے تھے) میں تمہارے ساتھ ہوں۔" پھر آگے فرماتے ہیں "میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے (حضرت مسیح موعود کے دفن ہونے) سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے۔" اب ان دونوں فقرات سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ کیا یہ کہ آپ خلافت کی بیعت کے لئے کھڑے ہوئے تھے یا اپنے زہد و اتقا کی وجہ سے آپنے دوسرے پیروں کی طرح بیعت لی تھی۔ یہ فقرات دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے دفن ہونے سے پہلے آپ چاہتے تھے کہ کل جماعت ایک خلیفہ کے ماتحت ہو۔ اور اس میں وحدت پیدا ہو جائے۔ نہ کہ علم و تقوٰی کی وجہ سے بیعت لینے کے لئے آگے بڑھے تھے۔ پھر آپ نے جو اعلان حضرت خلیفہؓ اول کی بیعت

پر شائع کیا۔ اس میں آپ نے لکھا ہے کہ مطابق الوصیت آپکی بیعت کی گئی ہے اور سب جماعت آپکی خدمت میں بیعت کے خطوط لکھ رہی ہے۔ اب فرمائیے کہ کیا آپکا یہ اعلان یہی ظاہر کرتا ہے کہ آپنے صرف بزرگ سمجھکر بیعت کی تھی۔ الوصیت کے کونسے فقرات میں یہ بات درج ہے کہ اگر کوئی نیک آدمی جماعت میں ہو تو میری ساری جماعت اسکی بیعت کرے۔ اور "اسکا فرمان حسب جماعت کے لئے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کا تھا"

بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی وفات سے جماعت میں ایسے شدید تفرقہ کا خطرہ تھا کہ اسوقت سوائے ایک خلیفہ کے ذریعہ جماعت کو رکھنے کے آپکو اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اور خلافت کی مخالفت کے خیال بعد کے ہیں۔ یا اسوقت شدت غم میں دب گئے تھے۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اول رضؓ نے اسوقت فرما دیا تھا کہ بیعت کے بعد میری ایسی فرمانبرداری کرنی ہوگی جس میں کسی انکار کی گنجائش نہ ہو۔ پس اگر اسوقت آپکے خیالات اسکے خلاف ہوتے تو آپ کیوں بیعت سے انکار نہ کر دیتے۔

خواجہ صاحب اور امور میں میں خیال کر سکتا ہوں کہ آپکو غلطی لگی ہوگی۔ لیکن اس امر میں میں ایک منٹ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا۔ کہ آپ غلطی سے یہ اثر فارمین ٹریکٹ کے دلپر ڈالنا چاہتے ہیں کہ آپ خلیفہ اول رضؓ کی وفات تک انکے سامنے اظہار کرتے رہے کہ آپ خلافت کے قائل نہیں ہیں اور یہ کہ چھوٹی مسجد کی چھت پر آپسے جو بیعت لیگئی وہ خوشنودی کی بیعت تھی میرے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ جس نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ کا کام بیعت لینا ہے اصل حاکم انجمن ہے وہ توبہ کرے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر اس جماعت میں سے کوئی تجھے چھوڑ کر مرتد ہو جائیگا تو میں اسکے بدلے تجھے ایک جماعت دونگا اور آپ جانتے ہیں کہ وہ شخص جس نے یہ الفاظ لکھے تھے کون تھا۔ ہاں یہ الفاظ بھی میرے کانوں میں ابتک گونج رہے ہیں کہ دیکھو میں اس انجمن کی بنائی ہوئی مسجد پر بھی نہیں کھڑا ہوا۔ بلکہ اپنے میرزا کی بنائی ہوئی مسجد پر کھڑا ہوں اور یہ وہ الفاظ تھے جنکو سنکر لوگوں کی چیخیں نکل گئی تھیں وہ لوگ ابتک زندہ ہیں۔ جن کو سمجھا کر آپ لاہور سے لائے تھے۔ اور جن کو الگ الگ حضرتؓ خلیفہ اول نے سخت ڈانٹ بتائی تھی۔ . . . .

خود مجھ سے دیر دیر تک آپکی اس بغاوت کے متعلق حضرت ذکر فرمایا کرتے تھے اور سخت الفاظ میں اپنے رنج کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ یہی نہیں میں آپکے دوستوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط پیش کر سکتا ہوں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۂ اوّل اس معاملہ میں آپ پر سخت ناراض تھے۔ وفات سے کچھ دن پہلے جلسہ کی خوشی میں جو اعلان کیا۔ اسمیں بھی اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔ "جب ایک دفعہ خلافت کے خلاف شور ہوُا تھا تو مجھے اللہ تعالےٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا۔" اور آپ جانتے ہیں کہ یہ رؤیا مسجد کی تعمیت پر اسی جلسہ میں جسمیں آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیعت ارشاد لی سُنائی تھی اور وہ کون تھے جنھوں نے خلافت کے خلاف شور مچایا تھا۔ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کی بہت سی تحریریں موجود ہیں اور وہ شائع ہو چکی ہیں جب آپ ملتان ایک مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں اپنی شہادت کو شروع کیا تھا +

"میں حضرت مرزا صاحب کا خلیفۂ اوّل ہوں۔ جماعت احمدیہ کا لیڈر ہوں"

پھر آپ اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:۔

"میں خلیفۃ المسیح ہوں اور خدا نے مجھے بنایا ہے ...... خدا تعالےٰ نے مجھے یہ ردا پہنا دی ہے ...... اُس نے آپ ۔ نہ تم میں سے کسی نے مجھے خلافت کا کُرتہ پہنا دیا۔ ...... معزول کرنا اب تمہارے اختیار میں نہیں ایک وہ خلیفہ ہوتا ہے جو لیستخلفنھم فی الارض میں موعود ہے ...... تم معزول کرنیکی طاقت نہیں رکھتے۔ میں تم سے کسی کا بھی شکر گذار نہیں ہوں۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا مجھے یہ لفظ بھی دُکھ دیتا ہے جو کسی نے کہا کہ پارلیمنٹوں کا زمانہ ہے ...... میں کہتا ہوں وہ بھی توبہ کرلے جو اس سلسلہ کو پارلیمنٹ اور دستوری سمجھتا ہے ...... مجھے وہ لفظ خوب یاد ہیں کہ ایران میں پارلیمنٹ ہو گئی اور دستوری کا زمانہ ہے انھوں نے اس قسم کے الفاظ بولکر جھوٹ بولا بے ادبی کی ...... میں پھر کہتا ہوں وہ اب بھی توبہ کرلیں ...... اور حضرت مسیح موعود اور مہدی بھی آپکے جس کا خدا نے اپنے فضل سے مجھ کو خلیفہ بنایا +

خواجہ صاحب بتائیں کہ اگر آپ یا آپ کے دوست نہ تھے تو اور کون لوگ تھے جنھوں نے

کہا تھا کہ ہمارا ہی بنایا ہوا خلیفہ ہے ہم اسے معزول کر دینگے اور وہ کون لوگ تھے جو کہتے تھے کہ یہ زمانہ ہی پارلیمنٹوں کا ہے ایک حاکم کا نہیں دیکھو ایران میں بھی دستوریت ہو گئی ہے اس لئے انجمن ہی اصل حاکم ہونی چاہیئے:

اسی طرح حضرت مسیح موعود کی وفات پر جو پہلا جلسہ ہوا۔ اس میں جو تقریر آپ نے فرمائی اسکے بعض فقرات یہ ہیں

"اب ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم ملہم نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں۔ انکی اسّی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے جو خدا تعالےٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے۔ اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ علّم اٰدم الاسماء کلّھا جب خدا نے سب کچھ آدم کو بتا دیا تو اب نوح اور ابراہیم کیا لائے جو ماننا ضروری ہے؟ کلّھا تو ابا کے حق میں آچکا ہے۔ پھر آدم کے لئے سب ملائکہ نے سجدہ کیا پس اب ان دوسرے انبیاء کی کیا ضرورت ہے پھر دم نقد واقعہ موجود ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جامع جمیع کمالات جن کی نسبت میرا اعتقاد ہے خاتم الرسل خاتم الحکام خاتم النبیین خاتم الاولیاء خاتم الانسان ہیں اب انکے بعد اگر کوئی ابوبکر کو نہیں مانتا تو فرمایا فمن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون یعنے جو انکار کرے گا وہ خدا کی اطاعت سے باہر نکلنے والا ہے ....

غرض یہ سوال پہلے آدم پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پھر ابوبکرؓ پر۔ پھر علیؓ پر پھر مہدی پر۔ جب سارے علوم رسالت مآب سُنا گئے تو مہدی کی کیا ضرورت ہے؟ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعہ۔ اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں۔ مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے؟ عصر کو کیا؟ پھر شام کو کیا؟ پھر عشاء کو کیا؟ پھر جمعہ کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے؟ پھر حج میں کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھالی تو پھر دوسرے وقت کیا ضرورت ہے؟ جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے یہ میں اسلئے

بیان کرتا ہوں تا تم سمجھو کہ ہمارے امام چلے گئے تو پھر بھی ہم میں اسی وحدت۔ اتفاق۔اجتماع اور پُرجوش رُوح کی ضرورت ہے ؛

اس تقریر میں آپ نے جو اعتراض خلافت پر کئے ہیں انکے جواب خود حضرت خلیفہ اوّل کی زبانی موجود ہیں لیکن مینے یہ حوالجات اس لئے نقل نہیں کئے کہ میں یہ آپ پر حجت قائم کروں کہ حضرت خلیفہ اوّل نے یُوں فرمایا ہے اس لئے آپ بھی مان لیں بلکہ اس لئے نقل کئے ہیں تا آپ کو معلوم ہو جائے کہ حضرت خلیفہ اوّل کا مذہب شائع ہو چکا ہے اور آخری حوالہ تو خود صدر انجمن احمدیہ کی رپورٹ سے نقل کیا گیا ہے پس آپ کی یہ کوشش کہ لوگوں پر یہ ثابت کریں کہ حضرت خلیفۂ اوّل کسی شخصی حکومت کے قائل نہ تھے کامیاب نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے آپکی دیانت پر خطرناک اعتراض آتا ہے۔ پس آپ یہ بیشک اعلان کریں کہ خلافت کے متعلق حضرت خلیفۂ اوّل کی رائے حجت نہیں لیکن یہ خیال لوگوں کے دلوں میں بیٹھانے کی کوشش نہ کریں کہ حضرت خلیفۂ اوّل آپکے اس خیال پر آپ سے خوش تھے یا یہ کہ آپ سے ناراض نہ تھے یا یہ کہ خود آپسے متفق تھے کیونکہ ان خیالات میں سے کسی ایک کا ظاہر کرنا گویا اسبات کا یقینی ثبوت دینا ہے کہ خلافت کے مقابلہ میں حق کی بھی پروا نہیں رہی ضرور ہے کہ اس مضمون کو پڑھ کر خود آپ کے وہ دوست جنکی مجلس میں آپ بیٹھتے ہیں آپ پر دل ہی دل میں ہنستے ہونگے یا اگر انکے دلمیں ذرہ بھی خوف خدا ہوگا تو روتے ہونگے کہ خواجہ صاحب کو خلاف بیانی کی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ اگر وہ بیعت جو نہایت سخت ڈانٹ کے بعد آپسے لی گئی اور اگر وہ بیعت جو حکیم فضلدین کے مکان کے جھگڑے پر آپکے بعض دوستوں سے لی گئی ایک انعام تھا۔ تو دُنیا میں ناراضگی اور خفگی کوئی شے نہیں مولوی غلام حسن صاحب پشاوری بھی ان تمام واقعات سے آگاہ ہیں اور آپکی جماعت کے خلیفہ ہیں کیا آپ اپنے بیان کی تصدیق انہی سے حلفی بیان کے ساتھ کروا سکتے ہیں۔ غالبًا انکو یاد ہوگا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کو یہ خبر پہنچی تھی کہ انکے خیالات بھی اسی قسم کے ہیں تو وہ کیسے ناراض ہوئے تھے بلکہ اسکی بھی ضرورت نہیں کیا آپ خود تریاق القلوب کے مطابق قسم کھا کر ان دونوں امور پر شہادت دے سکتے ہیں کہ خلیفۂ اوّل

خلافت کے متعلق آپ کے خیال سے متفق تھے یا یہ کہ ناراض نہ تھے اور یہ کہ چھوٹی مسجد کی بیعت ایک انعام کے طور پر اور خوشی کی سند کے طور پر تھی یا اس لئے کہ آپکی مخالفت کی بنا پر آپ کو جماعت سے الگ خیال کر کے آپسے دوبارہ بیعت لی گئی تھی مجھے اس پر بھی تعجب آتا ہے کہ آپنے اس بیعت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مجھ سے اور نواب صاحب سے بھی لی گئی۔ اسکے متعلق میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ آپنے جھوٹ بولا ہاں آپ کو یاد نہیں رہا۔ مینے ایک خواب دیکھی تھی اور حضرت کو سُنائی تھی اسی کی بنا پر آپنے عین تقریر میں مجھے اپنی بائیں طرف سے اُٹھا کر دائیں طرف بٹھایا اور پھر اپنی تائید میں تقریر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ورنہ مجھ سے کوئی بیعت نہیں لیگئی اور نہ نواب صاحب سے +

باقی رہا وصیت کا معاملہ اسپر خلافت احمدیہ میں مفصّل بحث موجود ہے آپ پہلے اس کا جواب دیدیں۔ پھر اسپر بھی کچھ لکھدیا جائیگا مگر ضروری ہے کہ جو کچھ پہلے لکھا جاچکا ہے اس کا جواب پہلے ہو جائے اگر آپکے پاس یہ رسالہ نہ ہو تو آپ مجھے اطلاع دیں میں آپ کی خدمت میں بھجوادونگا۔ اسی میں تحریر کا معاملہ بھی آچکا ہے مگر میں سوال کرتا ہوں دُنیا میں لاکھوں نبی اور مامور گزرے ہیں کیا اُنمیں سے ایک بھی ایسا ہُوا ہے کہ اسکی وفات کے بعد اسکی ساری اُمت گمراہ ہو جائے اور ضلالت پر اجماع ہو یہ ناممکن ہے پس وہی معنے درست ہیں جو خدا تعالےٰ کے عمل نے کئے کیونکر ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے قول کے خلاف اس کا فعل ہو۔ خلافت پر ایک خاص رنگ میں بحث میرے لیکچر میں بھی ہے جو سالانہ جلسہ پر ہُوا اور اب چھپ رہا ہے وہ چھپ جائے گا تو وہ بھی آپ کو بھجوا دیا جائے گا اس کو بھی دیکھ لیں +

میں اس جگہ یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ خواجہ صاحب لپنے مضمون میں بار بار لکھتے ہیں کہ ہم الوصیت پیش کرتے ہیں اور ہمارے مقابلہ میں پچھیلا طریق عمل پیش کیا جاتا ہے اب بتاؤ کہ کون حق پر ہے لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ طریق عمل تو اور دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے ورنہ ہم الوصیت کو چھوڑتے نہیں۔ آپسے بڑھ کر ہم پیش کرتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ الوصیت میں نہایت وضاحت سے خلافت کا

ذکر ہے چنانچہ قدرت ثانیہ کے نام سے آپنے خلافت کا مسئلہ ایسی وضاحت سے کھولا ہے
کہ کسی صداقت پسند انسان کو اس میں شک و شبہ کی گنجایش نہیں رہتی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ
کی مثال دیکر اس مسئلہ کا پوری طرح فیصلہ کر دیا ہے۔ پس آپکا یہ لکھنا کہ لاہوری الوصیت
پیش کرتے ہیں اور قادیانی نہیں کرتے ایک خلاف واقعہ بات ہے آپ خلافت احمدیہ کو پڑھیں
اسمیں الوصیت سے خلافت کو بالوضاحت ثابت کیا گیا ہے اور الوصیت کیا حضرت صاحب کی
اور مختلف کتب سے بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ آپکے بعد خلافت کا سلسلہ قائم ہونا تھا۔
چنانچہ پیغام صلح۔ حمامۃ البشرے۔ اور ایک لاہور کی تقریر سے جو ۱۹۰۸ء میں آپنے فرمائی
ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد خلفاء ہونگے وہ کل جماعت کے مطاع ہونگے اور یہ کہ خلفاء کو
نبی نہیں مقرر کرتا بلکہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ خود خلیفہ مقرر کرتا ہے +

میں اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے آپکو ایک اور واقعہ بھی یاد دلا دیتا ہوں جس سے
آپکو معلوم ہو جائیگا کہ ایک وقت آپ بھی کسی دوسرے خلیفہ کے منتظر تھے جب حضرت خلیفۃ
المسیح گھوڑے سے گر کر سخت بیمار تھے تو اسوقت مرزا یعقوب بیگ صاحب مجھے گھر سے بلا کر
مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی تک لے گئے تھے وہاں آپ بھی تھے مولوی صاحب بھی تھے اور
دوسرے آپکے دوستوں میں سے بھی دو آدمی تھے آپنے مجھ سے بیان کیا تھا کہ حضرت کی حالت
خطرناک ہے مجھے خلیفہ ہونیکی خواہش نہیں اور نہ مولوی صاحب کو ہے ہم سب آپ کو ہی
خلیفہ بنائینگے لیکن آپ یہ بات مدنظر رکھیں کہ ہمارے لاہور سے آنے تک خلیفہ کا انتخاب
نہ ہو آپنے اپنے آنے تک انتظار کرنے پر جو زور دیا اسمیں آپکی نیت کیا تھی اس سے مجھے بحث
نہیں مگر میں نے ایک اثر کی بنا پر کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے انتخاب پر بحث
کرنا ناجائز ہے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی۔ اس واقعہ سے آپکو یاد آ
گیا ہوگا کہ آپ بھی کسی وقت خلافت کے قائل تھے یا کسی مصلحت کی وجہ سے آپنے
ایسا ظاہر کرنا پسند فرمایا تھا آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے مراد بیعت لینے والا
خلیفہ تھا کیونکہ اس کے لئے چالیس آدمیوں کی شرط ہے اور آپکے آنے نہ آنے کا اسپر
کوئی اثر نہ ہو سکتا تھا اور نہ ایسا خلیفہ بنانے کے لئے آپ کو یہ ضرورت تھی کہ آپ کہتے

کہ نہ میں خلیفہ بننا چاہتا ہوں اور نہ مولوی محمد علی صاحب۔ کیونکہ ایسے خلیفہ کئی ہو سکتے ہیں۔ (آپ ان کا نام خلیفہ رکھتے ہیں۔ میں ان کو خلیفہ نہیں کہتا)

خواجہ صاحب ایک جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جو بیعت لے وہ خلیفۃ المسیح کہلا سکتا ہے بلکہ جو شخص پہلے کا کوئی کام کرے وہ اس کا خلیفہ ہے تو کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ کیا جسقدر صحابہ اشاعت اسلام میں لگے ہوئے تھے اور صحابہ سب ہی اس کام میں مشغول تھے خلیفۃ الرسول کہلاتے تھے اگر صرف ایک شخص ہی کہلاتا تھا تو کیا اس سے ثابت نہیں کہ خلیفہ ایک اعلیٰ اصطلاح ہے جسکی آپ لوگ ہتک کرتے ہیں پھر اگر خلیفہ اسی کو کہتے ہیں جو کسی کا کام کرے تو کیوں خلیفۂ اوّل کی موجودگی میں آپ خلیفۃ المسیح نہیں کہلاتے تھے کیونکہ آپ بقول اپنے مسیح موعود کا اصل کام اشاعت اسلام کر رہے تھے اسوقت کیوں آپ کو خلیفۃ المسیح کہلانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پھر میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ دکھانا مدنظر نہیں کہ ہمارے امیر کے ماتحت چند خلیفۃ المسیح ہیں تو کیوں خود مولوی محمد علی صاحب کو خلیفۃ المسیح نہیں لکھا جاتا وہ تو آپکے نزدیک مسیح موعود کے زیادہ قائم مقام ہیں

باقی رہا سوال مقدمہ کا کہ مقدمہ ہوگا اور عدالتوں تک جانا پڑے گا یہ ایسی دھمکیاں ہیں جو ہمیشہ راستبازوں کو ملتی رہی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے کسریٰ نے اپنے آدمی بھیجے۔ حضرت مسیح موعود کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا اسی طرح اگر کوئی مجھے بھی عدالت میں بلوائے یا انجمن پر مقدمہ کرے تو کیا حرج ہے۔ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ جب مینے خدا کے لئے اور صرف خدا کے لئے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اور مینے کیا لینا تھا خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کر دیا ہے تو اب مجھے اس سے کیا خوف ہے کہ انجام کیا ہوگا میں جانتا ہوں کہ انجام بہر حال بہتر ہوگا۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کا مجھ سے وعدہ ہے اور وہ سچے وعدوں والا ہے پس آپ مجھے مقدموں سے کیا ڈراتے ہیں۔ ہمارا مقدمہ خدا کے دربار میں داخل ہے کیا یہ بات بعید ہے کہ پیشتر اسکے کہ دنیا کی حکومتیں ہمارے جھگڑے فیصلہ کریں۔ احکم الحاکمین خود ہمارے مقدمہ کا فیصلہ کر دے۔ اور گورنمنٹ کے دخل دینے کے بعد کسی ماتحت عدالت کا کیا حق ہے کہ کچھ کر سکے۔ پس اگر خدا تعالےٰ

ہی کوئی فیصلہ صادر فرمائے جس سے سب فساد دُور ہو کر امن ہو جائے تو دُنیا کی حکومتوں نے کیا دخل دینا ہے۔ مقدمات سے اُن کو ڈرائیں جن کی نظر دُنیا کے اسباب پر ہے کوئی دُنیا کی حکومت ہمیں اس مقام سے نہیں ہٹا سکتی جس پر خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے کیونکہ دُنیا دی حکومتوں کا اثر جسم پر ہے دل پر نہیں دل صرف خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں ؛

اس ٹریکیٹ میں کچھ متفرق باتیں بھی ہیں گو ان کا جواب ایسا ضروری نہیں مگر کچھ جواب دیدیتا ہوں۔ خواجہ صاحب اس ٹریکیٹ میں اس امر سے بھی ڈراتے ہیں کہ حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ کے کوئی خطوط ان کے پاس ایسے بھی ہیں جن کے اظہار سے ہمیں سخت دقّت پیش آئے گی۔ ان خطوں کی اطلاع مختلف ذرائع سے مجھے پہنچی ہے اور ہر ایک شخص نے یہی بیان کیا ہے کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ میں یہ خط صرف آپ کو ہی دکھاتا ہوں۔ اور کسی کو نہیں دکھایا مگر جب دیکھا تو راوی چار پانچ نکلے جس پر مجھے حیرت ہوئی کہ صرف ایک کو سُنا کر اسقدر لوگوں کو کیونکر علم ہو گیا۔ مگر کوئی تعجب نہیں کہ خواجہ صاحب پہلے ایک سے ذکر کرتے ہوں اور پھر یہ بھول جاتے ہوں کہ میں پیغام بھیج چکا ہوں پھر کوئی اور شخص نظر آجاتا ہو اور آپ مناسب خیال کرتے ہوں کہ اس کے ہاتھ بھی پیغام بھیجدیں بہرحال ہم خواجہ صاحب کی اس مہربانی کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ان خطوط کے مضمون سے بغیر اسے شہرت دینے کے ہمیں مطلع کر دیا۔ لیکن میں کہتا ہوں خواجہ صاحب بیشک ان خطوط کو شائع کر دیں مجھے ان کی عبارت پوری طرح یاد نہیں۔ نہیں تو میں بھی لکھدیتا۔ مجھے اسکی پرواہ نہیں کہ کوئی میری نسبت کیا لکھتا ہے مجھے اس بات پر فخر ہے کہ مَیں نے اپنے پیر کے خلاف کبھی کچھ نہیں کہا۔ اور ہمیشہ اس کا فرمانبردار رہا ہوں اور مَیں نے اس کے مُنہ سے بارہا یہ الفاظ سُنے ہیں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں بلکہ عشق ہے۔ اس نے مجھے اس وقت جبکہ میں کسی قدر بیمار تھا اور بیماری بالکل خفیف تھی ایسی حالت میں کہ خود اُسے کھانسی کے ساتھ خون آتا تھا۔ اس طرح پڑھایا ہے

کہ وہ مجھے یہ کہکر کتاب نہ پڑھنے دیتا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور خود اس بیماری میں پڑھتا تھا۔ سو خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ میں اپنے اس محسن کا وفادار رہا۔ ہاں چونکہ انسان کمزور ہے اگر میری کسی کمزوری کی وجہ سے وہ کسی وقت مجھ سے ناراض ہؤا ہو تو کیا تعجب ہے بخاری میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جنگ کا ذکر ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو سخت ڈانٹا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور سے ان الفاظ میں سفارش کرنی پڑی کہ نہیں حضور قصور میرا ہی تھا تو کیا حضرت عمرؓ پر اس ایک واقعہ سے کوئی الزام آجاتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہو گے کہ حضرت عمرؓ سے میری ایک اور مشابہت ہو گئی۔ اُستاد کا شاگرد کو ڈانٹنا بُری بات نہیں۔ شاگرد کا اُستاد کو گالی دینا بُرا ہے۔ کیونکہ ڈانٹنا اُستاد کا کام تھا اور گالی دینا شاگرد کا کام نہیں ہے۔ پس وہ لوگ ایسی کسی تحریر پر کیا خوش ہو سکتے ہیں جو آج بڑے زور سے اعلان کر رہے ہیں کہ ہم نے کبھی خلیفۂ اولؓ کی مخالفت نہیں کی حالانکہ انکی دستخطی تحریریں موجود ہیں جنمیں انھوں نے آپ کو اسلام کا دشمن اور حکومت پسند اور چڑچڑا وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ پھر جس تحریر پر ناز کیا جاتا ہے اگر وہ درست بھی مان لی جائے تو اسکے متعلق میرے پاس بھی سید ڈاکٹر صاحب کا خط موجود ہے جس سے اصل معاملہ پر روشنی پڑ جاتی ہے اور جس تحریر کی طرف خواجہ صاحب اشارہ کرتے ہیں اس کے بعد کی وہ تحریر ہے جس میں حضرت خلیفۂ اول نے میری نسبت لکھا ہے کہ میں اسے صلح موعود سمجھتا ہوں اور پھر اس کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک بھری مجلس میں فرمایا کہ مسند احمد حنبل کی تصحیح کا کام ہم سے تو ہو نہ سکا میاں صاحب کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ چاہے تو ہو سکے گا۔ اور یہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے۔ آخری بیماری سے ایک دو دن پہلے کی۔ پس آپ ان زبردست حملوں کی اشاعت سے ہرگز نہ چُوکیں۔ کیوں اپنے ہاتھ سے موقعہ جانے دیتے ہیں شائد اسی سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچ جائے مگر خوب یاد رکھیں کہ میرا معاملہ کسی انسان کی تعریف کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اگر حضرت خلیفہ اوّل کی وہ تحریریں بھی میری تائید میں موجود نہ ہوتیں جو آپکے پاس بعض خطوط ہیں انکی نفی کر دیتی ہیں تو بھی مجھے خدا نے اس کام پر کھڑا کیا ہے

نہ کسی انسان نے۔ میں کسی انسان کی تحریر وں کا محتاج نہیں خلافت خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو انسانوں کے خیالات سے اندازہ لگا کر میری بیعت میں داخل ہوا ہے۔ وہ فوراً اپنی بیعت کو واپس لیلے۔ اور مجھے خدا پر چھوڑ دے میں مشرک نہیں ہوں۔ مجھے انسانوں کے خیالات کی پرواہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے کامیاب کریگا۔ پس میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ماتحت کامیاب ہونگا۔ اور میرا دشمن مجھ پر غالب نہ آسکیگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی پوشیدہ در پوشیدہ حکمتوں کے ماتحت جن کو میں خود بھی نہیں سمجھتا۔ ایک پہاڑ بنایا ہے پس وہ جو مجھ سے ٹکراتا ہے اپنا سر پھوڑتا ہے۔ میں نالائق ہوں اس سے مجھے انکار نہیں میں کم علم ہوں اس سے میں ناواقف نہیں میں گنہگار ہوں اس کا مجھے اقرار ہے میں کمزور ہوں اس کو میں مانتا ہوں۔ لیکن میں کیا کروں کہ میرے خلیفہ بنانے میں خدا تعالیٰ نے مجھ سے نہیں پوچھا۔ اور نہ وہ اپنے کاموں میں میرے مشورہ کا محتاج ہے۔ میں اپنے ضعف کو دیکھ کر خود حیران ہو جاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے کیوں چُنا۔ اور میں اپنے نفس کے اندر ایک بھی ایسی خوبی نہیں پاتا جس کی وجہ سے میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا مستحق سمجھا گیا۔ مگر باوجود اس کے اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام پر مقرر فرمایا ہے۔ اور وہ میری اُن راہوں سے مدد فرماتا ہے جو میرے ذہن میں بھی نہیں ہوتیں۔ جب کل اسباب میرے برخلاف تھے جب جماعت کے بڑے بڑے لوگ میرے خلاف اعلان کر رہے تھے۔ اور جن کو لوگ بڑا خیال کرتے تھے وہ سب میرے گرانے کے درپے تھے اس وقت میں حیران تھا۔ لیکن سب کچھ میرا رب آپ کر رہا تھا۔ اُس نے مجھے اطلاعیں دیں اور وہ اپنے وقت پر پُوری ہوئیں اور میرے دل کو تسلی دینے کے لئے نشان پر نشان دکھایا۔ اور اُمور غیبیہ سے مجھے اطلاع دیکر اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچایا کہ جس کام پر میں کھڑا کیا گیا ہوں وہ اُس کی طرف سے ہے۔ خواجہ صاحب آپنے لکھا ہے کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کریں تو میں پھر کچھ نہ بولونگا۔ اگر آپ نے یہ بات سچ لکھی ہے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ میں خلیفہ ہوں اور یہ کہ وہ میرے مخالفوں کو آہستہ آہستہ میری طرف کھینچ لائیگا یا تباہ کردیگا۔ اور ہمیشہ میرے متبعین میرے مخالفوں پر غالب رہینگے۔ یہ سب باتیں مجھے متفرق اوقات میں اللہ تعالےٰ نے بتائی ہیں۔ پس آپ اپنے وعدہ کے مطابق خاموشی اختیار کریں

اور دیکھیں کہ خدا تعالیٰ انجام کار کیا دکھلاتا ہے۔ اگر مصلح موعود کے ہونے کے متعلق میرے الہام کی آپ قدر کرنے کے لئے تیار ہیں تو کیوں اس امر میں آسمانی شہادت کی قدر نہیں کرتے آپ خوب یاد رکھیں کہ یہاں خدمات کا سوال نہیں یہاں خدائی دین کا سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ خدمات کے متعلق میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے کوئی خدمت لیلے تو یہ اُس کا احسان ہوگا ورنہ میں کوئی چیز نہیں۔ میں اسقدر جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ اس جماعت کو پھر بڑھانا چاہتا ہے۔ میرا ایک بہت بڑا کام ہوگیا ہے۔ جماعت میں احساس پیدا ہوگیا ہے باقی حصہ بھی جلد پورا ہو جائیگا۔ اور احمدیہ جماعت بے نظیر سُرعت سے ترقی کرنی شروع کر دیگی۔ میںنے تو اس قدر احتیاط سے کام لیا ہے کہ آپکے طریق تبلیغ کی بھی اسوقت تک مخالفت نہیں کی جب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں بتایا کہ یہ غلط ہے۔ پس میں آسمان کو زمین کے لئے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں کہ وُہ مجھے ہمیشہ اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے۔ اور ہر قسم کی لغزشوں اور ٹھوکروں سے بچائے۔ آمین۔

غیر ذمہ وار لوگ

خواجہ صاحب اپنے سارے مضمون میں اِسبات پر بہت زور دیتے ہیں کہ یہ سب فساد غیر ذمہ وار لوگوں کا ہے۔ اور اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ مجھے کچھ لوگ ورغلاتے رہتے ہیں۔ اور یہ لوگ امن نہیں ہونے دیتے۔ میں خواجہ صاحب کو اس معاملہ میں خاص طور پر نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس لفظ کو میری جماعت کے لوگوں کی نسبت استعمال نہ کیا کریں۔ کیونکہ میں اس امر کا قائل نہیں کہ کچھ خاص لوگ سلسلہ کے ٹھیکیدار ہیں۔ خوب یاد رکھیں کہ ہر ایک وہ شخص جو مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے وہ ذمہ وار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ پھر آپ کیوں کر فرماتے ہیں کہ غیر ذمہ وار لوگ کیوں بولتے ہیں۔ انہی کا یہ سب فساد ڈالا ہُوا ہے۔ آپنے ذمہ داری شاید یہ سمجھ لی ہے کہ ایک شخص مالدار ہو یا ڈگری یافتہ ہو۔ میرے خیال میں ذمہ داری کچھ اور ہی چیز ہے اور ہر ایک مُسلمان خدا کے نزدیک ذمہ وار ہے خواہ وہ گدڑی پوش ہو یا تخت شاہی پر بیٹھا ہُوا ہو۔ میں احمدی ہونے کے لحاظ سے جس طرح ایک امیر سے امیر مبایع کو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ وار خیال کرتا ہوں۔ اسی طرح اس شخص کو جسے دو تین وقت کا

فاقہ ہو۔ اور جس کے تن پر پھٹے ہوئے کپڑے ہوں۔ آپ اپنی جماعت کے لوگوں میں خواہ کس قدر فریق ہی بنائیں۔ میں اپنے مبایعین میں ہرگز کوئی فرق نہیں پاتا۔ خلیفہ ایک وجود ہے۔ جسکو اللہ تعالےٰ انتظام کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ اس امر کو چھوڑ کر خود خلیفہ جماعت میں سے ایک معمولی فرد ہے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصولوں کا ایسا ہی پابند ہے جیسے اور ممبر اور جس طرح اور لوگ سلسلۂ احمدیہ کے افراد ہیں وُہ ان افراد میں سے ایک فرد ہے ان کا بھائی ہے۔ انیس کا ہے۔ اسے اس انتظام سے علیحدہ ہو کر جو جماعت کے قیام کے لئے اس کے سپرد کیا گیا ہے اور کوئی فضیلت نہیں۔ اگر وہ غریب سے غریب آدمی کے حق کو دباتا ہے تو وہ خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ پس اس جماعت کا ہر ایک فرد ذمہ دار ہے۔ اور اسلام کسی کو ذلیل نہیں کرتا۔ حضرت عمر کے وقت ایک حبشی غلام نے ایک شہر سے صلح کر لی تھی۔ باوجود افسروں کی ناراضگی کے حضرۃ عمر نے اس کو قائم رکھا۔ اور باوجود اس کے کہ اس میں بعض جگہ انتظامی دقتیں پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ مگر میں کہتا ہوں اس واقعہ سے خوب ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسلام خلیفہ کو اس مقام پر کھڑا کرتا ہے جہاں اس کی نظر میں سب مسلمان برابر ہوں۔ آپ ایک طرف تو یہ اصل مقرر کرتے ہیں کہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ بات کیسی ہے اور یہ نہیں دیکھنا چاہیئے کہ کس نے کہی ہے اور کن خیالات سے کہی ہے۔ لیکن آپنے اس پر عمل تو نہ کیا جماعت کے ایک حصہ کو جو آپ کی اور میری طرح معزز ہے بے وجہ غیر ذمہ وار قرار دیدیا۔ بے شک اگر بعض لوگوں کی بعض باتیں آپ کو پسند نہ آئی تھیں تو آپ کہہ سکتے تھے کہ فلاں فلاں باتیں اُن کی غلط ہیں ان کو بند کیا جاوے یا ان کی اصلاح کی جائے۔ بجائے اس کے آپ ایک گروہ غیر ذمہ واروں کا قرار دیکر اس کی باتوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی غیر ذمہ واری کی وجہ سے مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ اُسے بند کر دوں۔ مگر چونکہ میں سب کو ذمہ وار خیال کرتا ہوں۔ اِس لئے اس مشورہ پر عمل کرنے سے معذور ہوں۔ ہاں اگر کوئی بات نامعقول ہو تو اس کے روک دینے کے لئے تیار ہوں۔ مگر خدا کی دی ہوئی طاقتوں کو زائل کرنا میرا کام نہیں ؞

انہی متفرق باتوں میں سے جن کا مختصر جواب میں اس جگہ دینا ضروری سمجھتا ہوں ایک یہ بھی ہے کہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اگر محمد علی اور اُس کے دوست ایسے ہی ہیں جیسے

تم خیال کرتے ہو۔ تو پھر مرزا کی نہ تعلیم درست نہ تربیت درست۔ اور پھر الزام لگاتے ہیں کہ یہ خیال
تو شیعوں کے تھے کہ سب صحابہ سوائے چند اہل بیت اور صحابہ کے منافق تھے مگر میں پوچھتا ہوں
کہ یہ خیال تو آپ کا ہے۔ آپ ستانوے ۹۷ فی صدی احمدیوں کو تو غلطی پر خیال کرتے ہیں منصوبا نہ
خیال کرتے ہیں حضرت مسیح موعود کے کاموں کو تباہ کرنے والا بیان کرتے ہیں اور ایک
بڑے حصہ کو اپنے اسی مضمون میں کافر ظاہر کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں
پھر تعجب ہے کہ اس صورت میں آپ شیعوں کے متبع ہوئے یا ہم۔ شیعہ بھی تو اکثر حصہ کو گندہ کہتے ہیں صرف
چند کو پاک خیال کرتے ہیں۔ اور انہی کو ذمہ وار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا سمجھتے ہیں
آپ کا بھی ایسا خیال ہے تو یہ اعتراض آپ پر پڑا یا ہم پر؟ اور اگر مولوی محمد علی صاحب اور
ان کے چند دوستوں کے بُرا ہو جانے سے مرزا صاحب کی تعلیم پر بھی پانی پھر جاتا ہے تو کیوں احمدی
جماعت کے کثیر حصہ کے کافر ہو جانے سے جیسا کہ آپ نے اپنے ٹریکٹ صفحہ ۴۲ پر صریح الفاظ میں لکھا ہے
مرزا صاحب ناکام نہیں رہے۔ اگر کہو کہ ہم نے تو حدیث اور مسیح موعود کے فتویٰ کے مطابق کہا ہے
کہ چونکہ آپ لوگ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اس لئے کافر ہو گئے۔ اپنی طرف سے تو بات نہیں
کہی۔ تو میں بھی کہتا ہوں کہ ہم بھی جو فتوے لگاتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث کے مطابق لگاتے ہیں۔ اور
ہمارا فتوے ابھی آیت استخلاف کے ماتحت ہی ہے۔ پس اگر آپ کا فتویٰ درست ہے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اگر آپ کا
فتویٰ درست ہے۔ تو حضرت مسیح موعود نعوذ باللہ ناکام گئے مگر یہ غلط ہے ایسا نہیں ہُوا۔ مسیح موعود
کامیاب گئے اور ہر طرح کامیاب گئے۔ جماعت کا اکثر حصہ اس راہ پر چل رہا ہے جس پر آپ نے چلایا تھا۔
ہاں کچھ لوگ الگ ہو گئے۔ بے شک آپ لکھتے ہیں کہ کیا وہ اکابر خراب ہو سکتے ہیں جو سلسلہ کے
خادم تھے تو میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کی وہ بات کیوں کر پوری ہوتی جو آپ نے الہام کی بناء
پر لکھی تھی کہ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائینگے۔ اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائینگے۔ پس مقام
خوف ہے۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق بڑے چھوٹے نہیں ہو سکتے تھے۔ بلکہ اکابر معصوم عن الخطا ہی سمجھ
جانیکے لائق ہیں تو پھر اس عبارت کا کیا مطلب ہو۔ اس عبارت سے تو بالبداہت ثابت ہو جاتا ہے کہ اکابر
کا چھوٹا ہو جانا بھی ممکن ہے بلکہ بعض چھوٹے کئے بھی جائینگے۔ پس آپ اس دلیل سے کوئی فائدہ نہیں
حاصل کر سکتے خصوصاً جبکہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ان لوگوں کو جنھوں نے بیعت

ابی بکرہ کی بھتی۔ اور جنہیں سے ایک بڑا رُتبہ رکھتا تھا کہ وہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھا۔ مُرتد اور منافق کہا ہے! اور اس کا ثبوت صحیح احادیث اور مستند روایات سے ملسکتا ہے۔ پس چند آدمیوں کا ٹھوکر کھا جانا جبکہ کثرت حق پر قائم ہو۔ سلسلہ کی تباہی کی علامت نہیں اور پھر اس حالت میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیاء میں بتایا بھی ہے۔ کہ جماعت کا ایک سنجیدہ آدمی مُرتدوں میں مل گیا ہے۔

"۱۸ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ رؤیاء۔ فرمایا۔ چند روز ہوئے۔ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا تھا کہ وہ مُرتدین میں داخل ہو گیا ہے۔ میں اُسکے پاس گیا وہ ایک سنجیدہ آدمی ہے۔ میں نے اُس سے پُوچھا کہ یہ کیا ہُوا۔ اُس نے کہا کہ مصلحتِ وقت ہے۔" (بدر جلد ۶ نمبر ۳۸ بابت ۱۹۰۷ء و مکاشفات ص۶۱)

اور یہ رؤیاء عبدالحکیم کے ارتداد کے بعد کی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپکا قدم غیر احمدیوں کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت ہمارے۔ کیونکہ ہم پر تو آپ الزام دیتے ہیں کہ ہم ان مسلمانوں سے دُور ہی دُور جا رہے ہیں۔ اور خود جبکہ حضرت کا کشف مولوی محمد علی صاحب کی نسبت موجود ہے۔ کہ آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے۔ یہ تھے ظاہر کرتا ہے کہ کبھی ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہمیں نہایت افسوس سے ہیں کی بجائے تھے کہنا پڑے گا۔ اسی طرح شیخ رحمت اللہ صاحب کی نسبت دُعا کرنا اور الہام ہونا کہ شر الذین انعمت علیھم۔ جن پر تو نے انعام کیا انکی شرارت۔ اور یہ بات تو آپ بھی بار بار پیش کرتے ہیں کہ ہم پر حضرت بہت مہربان تھے۔ اور شیخصاحب کی نسبت دُعا کرنے پر اس الہام کا ہونا مطلب کو اور بھی واضح کر دیتا ہے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہماری خدمات کا یہی بدلہ ملنا چاہیئے تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدمات کا یہ بدلہ نہیں ملتا۔ خدمات تو سارے احمدیوں نے کی ہیں۔ اور بہتوں نے آپ سے بڑھ کر کی ہیں۔ جن کے پاس مسیح موعود کی لکھی ہوئی سندات موجود ہیں۔ پس یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدمات کا ایسا اُلٹا بدلہ کیوں ملا کیونکہ بہتوں نے خدمات کیں اور انعام پائے۔ اگر آپ کو ٹھوکر لگی تو اس کے کوئی پوشیدہ اسباب ہوں گے جن سے خدا تعالیٰ واقف ہے اور ممکن ہے کہ آپ بھی واقف ہوں ہمیں اِن باتوں کے معلوم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ باقی رہا یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کیوں ایسے لوگوں سے آگاہ نہ کیا گیا۔ اس کے دو جواب ہیں! اوّل یہ کہ مجملاً آگاہ کیا گیا جیسا کہ میں پہلے الہام لکھ آیا ہوں دوسرے یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپکو آپ کی وفات کے بعد کی کل کارروائیوں سے واقف کیا جاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر آپ کی وفات کے بعد سخت مصائب آئے مگر آپ کو نہیں بتایا گیا کہ کس کا

کیا حال ہوگا۔ آپ لوگوں پر اصل ابتلا حضرت مسیح موعود ع کی وفات کے بعد آیا۔ خلافت بعد میں ہوئی اُس وقت تو نہ تھی۔ پھر یہ کونسی ضروری بات تھی کہ حضرت مسیح موعود کو بتایا جاتا کہ فلاں فلاں شخص انکار خلافت کریگا۔ اور اگر ضروری تھا تو کیا یہ بتایا گیا کہ آپکی اولاد سب کی سب اور سب قادیان کے مہاجرین اور اکثر حصہ جماعت آپکی وفات کے بعد کافر ہو جائینگے (جیسا کہ آپنے صفحہ ۴۶ پر کافر قرار دیا ہے) اگر یہ امر آپکے خیال کے مطابق واقعہ ہوگیا لیکن اس کا آپ کو علم نہ دیا گیا تو آپ کونسی ایسی خصوصیت رکھتے ہیں کہ آپکے متعلق ضرور کوئی الہام ہونا چاہیئے تھا آپکے سب بیٹے بقول آپ کے کافر ہو جائیں تو کسی الہام کی ضرورت نہیں سب مہاجرین بگڑ جائیں تو کسی الہام کی ضرورت نہیں لیکن اگر آپکے عقائد میں کچھ فرق آنا تھا تو اسکی اطلاع مسیح موعودؑ کو ضرور ہو جانی چاہیئے تھی۔ اور اگر نہیں ہوئی تو ثابت ہُوا کہ آپ حق پر ہیں خواجہ صاحب ان دلائل سے کام نہیں چل سکتا کسی بات کے ثابت کرنے کے لئے کوئی مضبوط دلیل چاہیئے۔ طلحہ اور زبیر اور حضرت عائشہ کے بیعت نہ کرنے سے آپ حجت نہ پکڑیں۔ ان کو انکار خلافت نہ تھا۔ بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سوال تھا۔ پھر میں آپ کو بتاؤں۔ جس نے آپ سے کہا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی وہ غلط کہتا ہے۔ حضرت عائشہ تو اپنی غلطی کا اقرار کرکے مدینہ جا بیٹھیں۔ اور طلحہ اور زبیر نہیں فوت ہوئے جب تک بیعت نہ کرلی۔ چنانچہ چند حوالجات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

(ا) واخرج الحاکم عن ثور بن مجزاۃ قال مررت بطلحۃ یوم الجمل فی اٰخر رمق۔ فقال لی ممن انت۔ قلت من اصحاب امیر المؤمنین علی فقال ابسط یدك ابایعك فبسطت یدی و بایعنی و فاضت نفسہ۔ فاتیت علیاً فاخبرتہ فقال اللّٰہ اکبر صدق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابی اللّٰہ

ان یدخل طلحۃ الجنۃ الا و بیعتی فی عنقہ (خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۱۵)

(ترجمہ) اور حاکم نے روایت کی ہے کہ ثور بن مجزاۃ نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہ رضؓ کے پاس سے گذرا۔ اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی۔ مجھ سے پُوچھنے لگے۔ کہ تم کونسے گروہ میں سے ہو میںنے کہا کہ حضرت امیر المومنین علی رضؓ کی جماعت میں سے ہوں تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرلوں چنانچہ انھوں نے میرے ہاتھ پر

بیعت کی۔ اور پھر جان بھی تسلیم کر گئے۔ میں نے آکر حضرت علی رضہ سے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپ سنکر کہنے لگے۔ اللہ اکبر خدا کے رسول کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنّت میں نہ جائے (آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے)۔"

(ب) "ذکر کردہ شد۔ عایشہ را یکبار روز جمل۔ گفت مردم روز جمل میگویند۔ گفتند آرے۔ گفت من دوست داشتم کہ مے نشینم۔ چنانچہ بنشست غیر من کہ ایں احب است بسوئے من از یں کہ میزائیدم از رسول خدا صلعم دہ کس کہ ہمہ ایشاں ہمچو عبدالرحمن بن حارث بن ہشام مے بودند۔" (حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ صہ ۱۶۷)

(ترجمہ) اور حضرت عایشہ رضہ کے پاس ایک دفعہ واقعہ جمل کا مذکور ہوا تو کہنے لگیں کیا لوگ واقعہ جمل کا ذکر کرتے ہیں کسی ایک نے کہا جی اسی کا ذکر ہے کہنے لگیں کہ کاش جس طرح اور لوگ اس روز بیٹھے رہے میں بھی بیٹھی رہتی۔ اس بات کی تمنا مجھے اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس بچے جنتی۔ جنمیں سے ہر ایک بچہ عبدالرحمن بن ہشام جیسا ہوتا۔"

(ج) "نیز طلحہ و زبیر در عشرہ مبشرہ بالجنۃ اند و بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق است۔ باآنکہ ایشاں رجوع کردند از خروج و توبہ نمودند۔" (حجج الکرامۃ صہ ۱۷۱)

(ترجمہ) اور طلحہ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں جنکی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا سچا ہونا یقینی ہے پھر یہی نہیں بلکہ انھوں نے خروج سے رجوع اور توبہ کر لی۔"

خواجہ صاحب! آپنے حضرت صاحب کا ایک الہام لکھا ہے "مسلمانوں کے دو۲ فریق ہیں۔ خدا ایک کے ساتھ ہوا یہ سب پھوٹ کا نتیجہ" یہ کب ہوا تھا اور کہاں لکھا ہے۔ جب الہاموں کی نقل میں احتیاط سے کام نہیں لیتے تو دوسری باتوں میں آپنے کیا احتیاط کرنی ہے کلام الٰہی کے نقل کرنے میں تو انسان کو حد درجہ کا محتاط ہونا چاہیئے۔ اور اپنی طرف سے الفاظ بدل دینے سے ڈرنا چاہیئے۔

اس ٹریکٹ میں خواجہ صاحب نے ایک اور بات پر بھی زور دیا ہے کہ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ مرشد سے عقیدہ میں خلاف ہو۔ اور پھر اس کو چھپائیں یہ تو نفاق ہے

بیشک ایک مرشد سے عقیدہ سے اختلاف رکھنا اور اُسے چھپانا نفاق ہے لیکن ایک شخص کی بیعت کرنے سے پہلے اس پر ظاہر کر دینا کہ میرے یہ اعتقادات ہیں اتحاد عمل کے لئے آپ مجھے اپنی جماعت میں داخل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس شخص کا اسے بیعت میں داخل کرنا نفاق نہیں حضرت مسیح موعود نے بھی نواب صاحب کو لکھا تھا کہ آپ شیعہ رہ کر بھی بیعت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ نواب صاحب کی گواہی ذیل میں درج ہے:۔

مَیں نے بہ تحریک اپنے اُستاد مولوی عبداللہ صاحب فخری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں غالباً آخر ۱۸۸۹ء یا ابتدائے ۱۸۹۰ء میں خط دُعا کیلئے لکھا تھا جس پر حضرت نے جواب میں لکھا کہ دُعا بلا تعلق نہیں ہو سکتی آپ بیعت کرلیں۔ اسپر مَیں نے جواباً ایک عریضہ لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں شیعہ ہوں۔ اور اہل تشیع آئمہ اثنا عشر کے سوا کسی کو ولی یا امام نہیں تسلیم کرتے۔ اس لئے میں آپکی کس طرح بیعت کر سکتا ہوں؟ اسپر حضرت نے ایک طولانی خط لکھا جس کا ماحصل یہ تھا کہ اگر برکات رُوحانیہ محض آئمہ اثنا عشر پر ختم ہو گئے تو ہم جو روز دُعا مانگتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یہ سب بیکار ہے۔ اور اب تو ہوچکی دُرد باقی ہے۔ کیا ہم دُرد کے لئے اب مشقت ریاضات کریں حضرت نے یہ بھی لکھا کہ منجملہ ان لوگوں کے جو حضرت امام حسین کے ہم پلہ ہیں میں بھی ہوں بلکہ اُن سے بڑھ کر۔ اس خط سے ایک گونہ میرا رُجحان ہو گیا۔ مگر مَیں نے پھر حضرت کو لکھا کہ کیا ایک شیعہ آپ کی بیعت کر سکتا ہے تو آپ نے تحریر فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ پھر بمقام لودیانہ ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۰ء میں مَیں حضرت سے ملا۔ اور اس ملاقات کے بعد مَیں نے حضرت صاحب کو بیعت کا خط لکھ دیا مگر ساتھ ہی لکھا کہ اس کا اظہار سرِدست نہ ہو۔ مگر ازالہ اوہام کی تصنیف کے وقت حضرت نے لکھا کہ مجھ کو اس طرح آپ کا پوشیدہ رکھنا نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ مَیں آپ کے حالات ازالہ اوہام میں درج کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے حالات لکھ کر بھیجدیں چنانچہ میں نے حالات لکھ دیئے۔ اور باوجود بیعت اور تعلق حضرت اقدس مَیں ۱۸۹۳ء تک شیعہ ہی کہلاتا رہا اور نماز وغیرہ سب انکے ساتھ ہی ادا کرتا تھا بلکہ یہاں قادیان اس اثناء میں آیا تو نماز علیحدہ ہی پڑھتا رہا تھا۔ ۱۸۹۳ء سے مَیں نے شیعیت کو ترک کیا ہے۔ محمد علیخاں ؂

خواجہ صاحب نفاق تو اسکو کہتے ہیں کہ ظاہر اور بات کیجائے اور دل میں اور ہو لیکن جو شخص کہ اگر خود کہدے کہ میرا یہ عقیدہ ہے وہ نفاق کا مرتکب کیونکر کہلا سکتا ہے اور جس کی بیعت کرتا ہے اس سے کبھی اس عقیدہ کو پوشیدہ نہ رکھے اور وہ اسے اجازت دیدے تو یہ نفاق کیونکر ہوا۔

خواجہ صاحب! نہ معلوم آپنے یہ بات کہاں سے معلوم کی کہ احمدیت کی روک کا اصل باعث تکفیر ہے اگر یہ بات تھی تو چاہیئے تھا کہ جب سے آپ الگ ہوئے ہیں آپکا حصہ جماعت سُرعت سے بڑھنے لگتا لیکن بجائے اسکے آپنے تو کوئی معتدبہ ترقی نہیں کی لیکن برخلاف آپ کے بیان کے کہ "پیارو تم احمدیت تو کیا پھیلاؤ گے سنو! اور ہوش سے سنو!! اگر وہ خبر درست ہے جو مجھے گذشتہ ہفتہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوئی ہے تو تمھاری رفتار احمدیت جو نہایت سرعت سے خراسان اور حدود افغانستان میں جاری تھی ختم ہو گئی اور بہت سے احمدی احمدیت سے الگ ہو گئے اور اسکے ذمہ وار دو ہی مسئلے ہیں جیسے مجھے اطلاع ملی ایک تکفیر غیر احمدیاں اور ایک مرزا صاحب کی نبوت مستقلہ کوئی شخص نفاق کے سوائے اس عقیدہ پر افغانستان میں نہیں رہ سکتا۔" صفحہ ۱۶) احمدیت نہایت زور سے بڑھ رہی ہے اور پچھلے چند ماہ میں سینکڑوں نئے آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں جنمیں انگریزی علوم کے لحاظ سے ایم۔ اے اور بی۔ اے بھی شامل ہیں عربی علوم کے لحاظ سے تحصیل یافتہ مولوی ہیں سرکاری عہدوں کے لحاظ سے ای۔ اے۔ سی اور اسسٹنٹ انسپکٹران سکول ہیں رئیسوں کے لحاظ سے بڑے بڑے جاگیردار ہیں غرض کہ غریب بھی اور امیر بھی جو اپنے اندر نہایت اخلاص رکھتے ہیں اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور مبایعین میں شامل ہوئے ہیں بعض کو لوگ تکلیفیں بھی دیتے ہیں لیکن صبر سے کام لے رہے ہیں اور اپنے عقائد کو بدلنے کی انہیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر میں کیونکر مان لوں کہ ہمارے عقائد سلسلہ کے راستہ میں روک ہیں اور کیونکر تسلیم کر لوں کہ اب سلسلہ کی ترقی رُک گئی ہے۔ اگر آپ کا خیال درست ہوتا تو واقعات اسکی تصدیق کرتے اور بجائے ہماری ترقی کے تنزل ہوتا اور بجائے ہمارے بڑھنے کے آپ بڑھتے۔ لیکن باوجود اسکے خلاف خدائے تعالیٰ کا معاملہ دیکھنے کے آپکو ہم راستی پر کیونکر مان سکتے ہیں؟

خواجہ صاحب نے ایک یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ وہ جب ہندوستان میں آئے تو انکا ارادہ فوراً قادیان جانیکا تھا لیکن بعض غیر ذمہ دار لوگوں کی تحریروں کی وجہ سے جن میں انہوں نے غیر مبایعین سے ملنے جلنے اور بولنے کی ممانعت کی ہے میں رُک گیا پھر وہ شکایت کرتے ہیں کہ اگر احمدیوں سے یہ سلوک ہے تو غیر احمدیوں اور پھر عیسائیوں سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ اوّل تو یہ سوال ہے کہ یہ مضمون کب نکلا اور آپ لاہور کب تشریف لائے اگر آپکا ارادہ تھا کہ فوراً ہی قادیان آئیں تو اس امر سے کونسی چیز آپ کو مانع ہوئی کہ آپ ایک عرصہ تک لاہور میں بیٹھے رہے اور فوراً نہ آسکے اتنے میں وہ مضمون نکل گیا۔ پس اول تو یہ آپکا فوراً ظاہر کرتا ہے کہ الفضل کا مضمون ایک بہانہ کا کام دے رہا ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ آپنے مجھ سے ملنا تھا یا لوگوں سے۔ لوگ آپ سے ملتے یا نہ ملتے اگر آپ تبادلۂ خیالات چاہتے تھے تو مجھ سے ملتے اگر آپ کہیں کہ مجھے یہ کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ آپ مل لینگے تو میں کہتا ہوں کہ اب تو کسی بڑے خرچ کی بھی ضرورت نہیں ایک پیسہ کے کارڈ کے ذریعہ سے آپ مجھ سے پوچھ سکتے تھے کہ اگر میں آؤں تو تم مجھ سے بات کر سکو گے یا نہیں یا الفضل کے مضمون کے مطابق مجھ سے ملنا پسند نہ کرو گے اگر اس خط کا جواب میں نفی میں دیتا یا جواب ہی نہ دیتا تو آپ کا عذر قابل سماعت ہوتا لیکن جب آپنے یہ تکلیف نہیں اُٹھائی تو میں آپکے عذر کو کس طرح قبول کروں کیا یہ بات درست نہیں کہ آپنے میرے مریدین کو بڑی بڑی لمبی چٹھیاں لکھی تھیں؟ پھر کیا یہ درست نہیں کہ آپنے ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی پھر کیا آپ اسوقت سے کچھ وقت بچا کر اور ان کاغذوں لفافوں سے ایک کاغذ اور لفافہ بچا کر ایک خط میری طرف مذکورہ بالا مضمون کا نہیں لکھ سکتے تھے؟ جبکہ اس بات سے آپکو کوئی امر مانع نہ تھا تو آپکا جماعت کے دوسرے افراد کو دعوت دینا اور انکے ملنے کی خواہش ظاہر کرنا انکی طرف خطوط لکھنا لیکن مجھ سے فیصلہ کرنے یا گفتگو کرنیکی کوئی تحریک نہ کرنا اور خط لکھ کر دریافت دکرنا صاف ظاہر نہیں کرتا کہ آپکا اصل منشاء لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا تھا نہ کہ صلح کرنا۔ صلح مجھ سے ہو سکتی تھی اور کس کا حق تھا کہ میری اجازت کے بغیر

صلح کرے یہ صلح کوئی مقامی معاملہ نہ تھا یہ فیصلہ کسی خاص شہر سے تعلق نہ رکھتا تھا بلکہ سب جماعت اور سب احمدیوں پر اسکا اثر پڑتا تھا پس یہ فیصلہ مبایعین میں سے بغیر میری اجازت کے اور کون کر سکتا تھا اگر آپ کا منشاء صلح تھا تو مجھ سے براہِ راست کیوں آپ نے گفتگو نہ کی؟

اب رہا یہ سوال کہ ایسا اعلان بعض غیر ذمہ وار لوگوں نے کیوں کیا کہ لوگ آپ سے نہ ملیں نہ بولیں اسکی وجہ مجھے اس کے بغیر کوئی نہیں سمجھ میں آتی کہ انہوں نے آپ کی مذکورہ بالا کارروائی کو محسوس کر لیا اور جماعت کو خطرہ سے آگاہ کر دیا اور چونکہ آپ کی اس کارروائی کا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ فساد اور بڑھے گو آپ کا منشاء صلح کا ہی ہو اسلیئے مضمون لکھنے والے نے پسند نہ کیا کہ جماعت میں فساد بڑھے اور اس نے تحریک کی کہ لوگ آپ سے نہ ملیں اگر فیصلہ کرنا تھا تو براہِ راست مجھ سے ہو سکتا تھا اور یہ امر کہ کیوں آپ سے وہ سلوک کیا گیا جو ہندوؤں اور مسیحیوں سے نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب آسان ہے مسلمان یہود اور مسیحیوں سے کلام کرتے تھے لیکن اگر آپ کو یاد ہو تو ثَلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا جنکے واقعہ کی طرف سورۃ توبہ میں اشارہ کیا گیا ہے انکا مفصل ذکر بخاری میں آتا ہے۔ ان تین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام منع کر دیا تھا اور مسلمان انسے نہ بولتے نہ ملتے نہ تعلق رکھتے حتّٰی کہ بیویوں کو بھی جُدا کر دیا تھا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ کیا وہ تین منافقوں سے بھی بدتر تھے کیا وہ یہود سے بھی بدتر تھے پھر کیا وہ مشرکوں سے بھی بدتر تھے اور اگر ان سے یہ سلوک کیا گیا تو مسیحیوں اور یہودیوں سے اس سے سخت کونسا سلوک کیا گیا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ اعتراض غلط ہے انکو سرزنش کی ایک خاص وجہ تھی اور انتظام جماعت کے قائم رکھنے کے لیئے ایسا کرنا پڑتا ہے دنیاوی حکومتیں بھی میدان جنگ کے سپاہی کو پکڑ کر صلیب پر نہیں لٹکاتیں حالانکہ وہ کئی خون کر چکا ہوتا ہے اور اپنے ملک کے مجرموں کو سزائیں دیتی ہیں کیوں؟ اسی لیئے کہ اس سپاہی کا کام تھا کہ وہ انکا مقابلہ کرتا مگر یہ انکے اپنے تھے اور اپنے کا فرض ایک طرف تو یہ تھا کہ امن کو قائم رکھے جنکے خلاف اُس نے کیا

دوسرے اس سپاہی کا حملہ ظاہر ہے اور اس اپنے کا حملہ اندر ہی اندر تباہ کر سکتا ہے پس جن لوگوں سے یہ خوف ہو کہ ایک حد تک اپنے بنکر مخالفت کرینگے انسے بچنا اور بچانا ایک ضروری بات ہے۔ دوسرے اپنے غلطی کریں تو وہ زیادہ سزا کے مستحق ہوتے ہیں آجکل کی مثال لے لیجئے وہ رحیم کریم انسان جو شفقت علیٰ خلق اللہ کا کامل نمونہ تھا اور یقیناً اسی کے مُنہ سے اور اسی کی تحریروں سے ہم نے یہ بات معلوم کی ہے کہ اسلام کی دو ہی غرضیں ہیں ایک تعلق باللہ اور دوسری شفقت علیٰ خلق اللہ وہ ہندوؤں سے ملتا تھا مسیحیوں سے ملتا تھا لیکن مرزا سلطان احمد صاحب سے کبھی نہیں ملتا تھا اور کئی دفعہ جب حضرت خلیفۂ اولؓ نے کوشش کی کہ آپکو ان سے ملائیں تو آپنے نہایت سختی سے انکار کر دیا اور آخر مولویصاحب کو منع کر دیا کہ پھر ایسا ذکر نہ کریں۔ اب بتائیے اس تعلق میں اور ہندوؤں کے تعلق میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے یا نہیں بیٹے سے تو ملتے نہ تھے اور لالہ شرمپت گھنٹہ گھنٹہ آپکے پاس آکر بیٹھ رہا کرتے تھے پس آپ ان مثالوں سے ۔۔۔ ۔۔۔ سمجھ لیں کہ کبھی ضروریات ایسا مجبور کرتی ہیں کہ باوجود سکے کہ غیروں سے ملتے رہیں بعض اپنوں سے ملنا چھوڑ دیا جائے۔ آپنے اپنے حال پر غور نہیں کیا کہ غیر احمدیوں کو مسلمان بنانیکے لیئے آپنے احمدیوں کو کافر ثابت کیا ہے۔ پھر جب آپ خود اس مجبوری کا شکار ہوئے ہیں تو دوسروں پر اعتراض کی کیا وجہ ہے؟ پھر اخبار پیغام لاہور محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ کے خلاف کچھ نہیں لکھتا لیکن اسکا سارا زور ہمارے خلاف خرچ ہو رہا ہے کیا یہ مثال آپکے لیئے کافی نہ تھی آپنے خلافت پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ کیا خلیفہ غلطی سے مصؤن ہے مگر میں کہتا ہوں کہ اگر اسی کا فیصلہ ماننا شرط ہو جو غلطی سے مصؤن اور محفوظ ہو تو آپ بتائیں کہ کس انسان کا فیصلہ آپ مانیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا انسان جو کل کمالاتِ انسانیہ کا خاتم ہے فرماتا ہے

"عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع جلبۃ خصم بباب حجرتہ فخرج الیھم فقال انما انا بشر وانھا

یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ صادق فاقضی لہ فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار **فلیحملھا** او یذرھا متفق علیہ - (ترجمہ) ام سلمہ (ام المومنین) رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مکان کے دروازہ کے پاس چند آدمیوں کا باہمی مقدمہ کی بابت شور شغب سُنکر انکے پاس تشریف لے گئے اور فرمانے لگے میں ایک بشر ہوں (عالم الغیب نہیں) لوگ میرے پاس مقدمے لیکر آتے ہیں سو ممکن ہے کہ ایک فریق بات کرنے میں زیادہ ہوشیار ہو اور اس کی باتوں کی وجہ سے میں اسے سچا خیال کر کے اس کے حق میں فیصلہ دیدوں سو یاد رکھو کہ اسطرح سے اگر کسی شخص کو مسلم کا حق دلا دوں تو یہ مال آگ کا ٹکڑا ہے اب چاہے تو اسے اُٹھا لے اور چاہے تو چھوڑ دے ۔"

پس کیا آپ کے فیصلہ کو بھی رد کر دینا چاہیئے کہ ممکن ہے آپ سے غلطی ہو گئی ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا - یعنی تیرے رب کی ہی قسم یہ اسوقت تک مومن نہیں ہو سکتے جبتک تجھ سے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ نہ چاہیں اور پھر فیصلوں اور قضایا کو خوشی سے تسلیم نہ کریں کیا گورنمنٹ اور اس کے مجسٹریٹ خطا سے محفوظ ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس بنا پر گورنمنٹ اور ججوں کے فیصلے رد کر دیئے جاتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ غلطی کرتے ہوں کیا خلیفۃ المسیح جن کی بیعت آپنے کی تھی خطا سے محفوظ تھے؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا انجمن اپنے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں کر سکتی؟ پھر انجمن جماعت کی حاکم کیونکر ہو سکتی ہے؟ اگر صرف معصوم عن الخطاء کے فیصلہ ہی واجب العمل ہوتے ہیں تو پھر دنیا کی سب حکومتیں سب انجمنیں مٹا دینی چاہیئیں کیونکہ انسان کوئی معصوم عن الخطا نہیں۔ نماز ہمارے لیئے دلیل ہے امام غلطی کرتا ہے اور خطا سے پاک نہیں ہوتا مقتدیوں کو حکم ہے کہ باوجود اسکی غلطی کے اسکی اتباع کریں کیونکہ اتحاد

رکھنا ضروری ہے اور اتحاد بغیر ایک مرکز کے نہیں ہو سکتا۔ اور خواہ ایک انسان افسر ہو یا بہت سے ہوں وہ غلطی سے پاک نہیں ہو سکتے پس اتحاد کے قیام کے لیئے قیاسات میں امام کی خطا کی بھی پیروی کرنیکا حکم ہے سوائے نصوص صریحہ کے۔ مثلاً کوئی امام کہے کہ نماز مت پڑھو کلمہ نہ پڑھو روزہ نہ رکھو اسکی اتباع فرض نہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک امام اگر چار کی بجائے پانچ یا تین رکعت پڑھکر سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو حکم ہے کہ باوجود اسکی غلطی کے علم کے اسکی اتباع کریں لیکن اگر وہ اُٹھ کے ناچنے لگ جائے یا مسجد میں دوڑنے لگے تو اب مقتدیوں کو حکم نہیں کہ اسکی اتباع کریں کیونکہ اب قیاس کا معاملہ نہیں رہا بلکہ جنون یا شرارت کی شکل آگئی ہے۔ لیکن یہ مثالیں بفرض محال ہیں ورنہ خدائے تعالیٰ جسکو امام بناتا ہے اسے ایسے اعمال سے بچاتا ہے جو قومی تباہی کا موجب ہوں۔

آپنے اپنے اس مضمون میں خلافت کے ردّ میں ایک یہ دلیل بھی دی ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ اکثروں نے مان لیا یہ کوئی دلیل نہیں کیونکہ اگر ابو بکرؓ عمرؓ کو اکثروں نے مان لیا تو یزید کو بھی تو مان لیا مگر خواجہ صاحب یہ مثال پیش کرتے وقت ان واقعات کو نظر انداز کر گئے ہیں جو ان دونوں قسم کی خلافتوں کے وقت پیش آئے ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت پر اتفاق کرنیوالوں میں صحابہؓ کا گروہ تھا یزید کے ہاتھ پر اکٹھا ہونے والی کونسی جماعت تھی کیا صحابہ کی کثرت تھی صحابہ کیلیئے خدائے تعالیٰ کے بڑے بڑے وعدے تھے اسی طرح اس جماعت کیلیئے بھی بڑے بڑے وعدے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہوئی اور جسطرح صحابہؓ کی کثرت نے اول الذکر دونوں بزرگوں کو تسلیم کیا اسی طرح اس جماعت کے کثیر حصہ نے مجھے تسلیم کیا جو مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہوئی تھی اگر اسی جماعت کا اکثر حصہ ضلالت پر جمع ہو گیا تو یہ بے شک شیعوں والا عقیدہ ہے جو چند کے لیئے کثیر حصہ کو بدنام کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی سوال ہے کہ خلافت تو مشورہ سے ہوتی ہے دوسرے باپ کے بعد بیٹا فوراً خلیفہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ احادیث اور صحابہؓ کے اقوال سے ثابت ہے امر اول کیلیئے آیہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ یعنی

اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانات انکے اہلوں کو دو۔ اور حدیث لاخلافۃ الا بالمشورۃ اور امر دوم کے لیئے حضرت عمرؓ کا قول اور صحابہؓ کی تسلیم۔ لیکن یزید کی خلافت کیونکر ہوئی باپ نے اپنی زندگی میں جبراً سب سے اسکی بیعت کروائی۔ ہم حضرت معاویہ کی نیت پر حملہ نہیں کرتے لیکن انکے اس فعل کی وجہ سے یزید کی خلافت خلافت نہ رہی بلکہ تلوار کے ذریعہ سے بیعت لی گئی اور حکومت ہو گئی لیکن یہاں ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات پائی جاتی ہے نہ ہی باپ کے بعد فوراً خلیفہ ہوا اور نہ والد صاحب نے اپنے سامنے جبر و اکراہ سے لوگوں کو میری بیعت پر مجبور کیا پس ایک جبری کثرت اور دلوں کے کھینچ لانے میں آپ فرق نہیں کر سکتے۔ کیا خدائے تعالیٰ کی تائید و نصرت سچائی کا ایک زبردست ثبوت نہیں؟ پھر اس معاملہ میں آپ اسکو کیوں غلط قرار دیتے ہیں؟

خواجہ صاحب کا ایک یہ بھی سوال ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قادیان مکرم مقام ہے اسکو چھوڑ کر جانا غلطی پر دلالت کرتا ہے یہ غلط ہے کیونکہ مکہ بھی ایک مکرم مقام ہے لیکن وہ غیر احمدیوں کے پاس ہے جو آپکے نزدیک مسلمان نہیں اول تو یہ دلیل نہیں کیونکہ اگر ایک طور پر پہلا جھوٹی کرنیوالے پر یہ حجت ہے تو خواجہ صاحب اور انکی پارٹی پر بھی حجت ہے کیونکہ کوئی شخص کہ سکتا ہے کہ خواجہ صاحب آپکے نزدیک تو مکہ مدینہ مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہیں پھر آپ کیونکر کہ سکتے ہیں کہ مکرم مقامات حقیقی وارثوں کے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک لمبی عرصہ کے بعد ایسا ہو سکتا ہے ایک جماعت خراب ہو جائے اور مرکز اسکے پاس رہے جبتک کہ نئی جماعت ترقی کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شروع زمانہ میں مکہ مشرکوں کے پاس تھا یا یروشلم مسیح کے زمانہ میں یہود کے پاس تھا لیکن اس بات کا ثابت کرنا خواجہ صاحب کو مشکل ہوگا کہ ابھی کامل ترقی ہونے سے پہلے ہی ایک مقام متبرک ایک پاک جماعت کے پاس آکر انکے ہاتھ سے نکل جائے اور اسکے سب افراد گندہ اور کافر ہو جائیں اس طرح تو امان بالکل اُٹھ جاتا ہے اور ان تمام پیشگوئیوں پر پانی پھر جاتا ہے جو اسجگہ کے رہنے والوں کے متعلق ہیں۔ دوسرے یہ دلیل کوئی ایسی نہیں کہ جسپر فیصلہ کا مدار ہو ایسی باتیں تو ضمناً پیش ہوا کرتی ہیں ہاں یہ کہدینا بھی ضروری ہے کہ حضرت علیؓ کے مدینہ چھوڑ دینے کی دلیل درست نہیں جب آپ مدینہ سے تشریف لیگئے تو صرف میدان جنگ کے قریب ہونیکے لیئے تشریف لے گئے ورنہ مدینہ آپکے قبضہ میں تھا اور

مدینہ کے لوگ آپکے ساتھ تھے اور یہی حال مکّہ کا تھا۔

پھر آپ لکھتی ہیں " کہا جاتا ہے کہ مولوی محمد علی کی ذلت ہوئی لوگوں نے انکو تقریر سے رد کردیا۔ یہ بات وہ کہہ سکتے ہیں جنہیں وہ تکالیف معلوم نہیں جنکا سامنا حضرت مسیح موعودؑ کو کرنا پڑا " مجھے افسوس ہے کہ یہ جواب بھی درست نہیں کیونکہ دونوں معاملوں میں ایسا کھلا فرق ہے جسکو ہر ایک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ محمد حسین بٹالوی کو کرسی نہ ملنے کا واقعہ ہمیشہ بیان فرماتے تھے بلکہ آپنے کتاب البریہ صفحہ ۱۰ میں اسے لکھا بھی ہے اور اسے اسکی ذلت قرار دیتے تھے۔ لیکن کیا خود یہی واقعہ حضرت صاحب پر چسپاں نہیں ہوتا کیا کرم دین کے مقدمہ میں مجسٹریٹ آپکو کھڑا نہ رکھتا تھا کیا ایسا نہیں ہوا کہ بعض اوقات آپنے پانی پینا چاہا اور اس نے پانی تک پینے کی اجازت نہیں دی لیکن کیا آپ اسکو ذلت کہہ سکتے ہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں اور پھر کیوں محمد حسین سے ویسے ہی سلوک پر اسے ذلت قرار دیا گیا سنیئے ان دونوں مثالوں میں ایک فرق ہے اول تو یہ کہ محمد حسین کو سخت ڈانٹ دیگئی اور ڈپٹی کمشنر بہادر نے جھڑک کر پیچھے ہٹادیا لیکن حضرت صاحب سے یہ معاملہ نہیں ہوا۔ دوسرے مقدمہ ایک ایسے مجسٹریٹ کے سامنے پیش تھا جس کے سامنے دونوں برابر تھے بلکہ حضرت مسیح موعودؑ مسیحیت کے دشمن تھے اور وہ ایک مسیحی تھا پس صاحب بہادر کا سلوک محمد حسین سے بلا کسی محرک کے ہوا لیکن حضرت مسیح موعودؑ سے بوجہ انکی تبلیغی کوششوں اور سب مذاہب کی بنیادیں کھوکھلی کردینے کے سب فرقوں کو عداوت تھی خصوصاً اہالیٔ ہند کو پس ایک ہندوستانی کا آپ سے یہ سلوک کرنا پہلے معاملہ سے اسکو علیحدہ کردیتا ہے۔ پھر ایک اور بات ہے کہ لوگ ہمیشہ مرا بھی کرتے ہیں لیکن غلام دستگیر کی موت کو حضرت مسیح موعودؑ اپنی سچائی کی دلیل قرار دیتے ہیں یہ کیوں ؟ اس لیئے کہ اس نے مباہلہ کیا تھا اور مطابق مباہلہ کے مرگیا اسی طرح اب اس معاملہ کو بھی لیجیئے مولوی محمد علی صاحب نے صبح کے وقت مسجد میں تقریر کی کہ اگر میں نے بدنیتی سے ٹریکٹ لکھا تھا تو خدا مجھے پکڑے مجھے ہلاک کرے

مجھے ذلیل کرے عصر کے وقت وہ ایک ایسے مجمع میں کھڑے ہوتے ہیں جو ان کے دشمنوں کا نہیں اس جماعت کا ہے جس میں پہلے کھڑے ہو کر انہوں نے یہانتک بھی کہا تھا۔ کہ تم اپیل تو سنتے ہے چندہ مانگنے کے وقت اٹھکر بھاگتے تھے ہم جوتیوں سے چندہ وصول کرینگے اس جماعت کا تھا جس میں آپ کے ماتحت ملازم شامل تھے اس جماعت کا تھا جس میں وہ طلباء موجود تھے جو مولوی صدرالدین صاحب ہیڈ ماسٹر کی زیر تربیت رہتے تھے اور مولوی صدرالدین صاحب ہی اسوقت کے سکرٹری تھے وہ اس مجمع میں کھڑے ہوتے ہیں جس پر میرا کوئی زور نہ تھا کوئی حکومت نہ تھی۔ جماعت کے لوگ مختلف جگہوں سے اکٹھے ہوئے تھے۔ وہ دیرینہ سکرٹری شپ کی وجہ سے مولوی صاحب کے ایسے معتقد تھے کہ بعض ان میں سے آپ کے لئے تحفہ تحائف بھی لایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب جماعت کے معززین اشخاص میں خیال کئے جاتے تھے ان کے ترجمہ قرآن کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں چند سال کی متواتر کوشش سے وہ لوگوں کی نظروں میں ایسے بنائے گئے تھے کہ گویا موجودہ نسلوں میں ایک ہی انسان ہے ایسا شخص ایسے مجمع میں اس بد دعا کے بعد کھڑا ہوتا ہے۔ جبکہ ابھی کوئی خلیفہ مقرر نہ تھا جنکو آپ اکابر کہتے ہیں انکی ایک جماعت اس کے ساتھ ہے جو خود ہمیشہ اپنا رعب بٹھانے کے درپے رہتی تھی۔ لیکن جب وہ شخص کھڑا ہوتا ہے تو اس ہزاروں کے مجمع میں سے ایک شور بلند ہوتا ہے کہ ہم آپکی بات نہیں سنتے۔ لیکن شاید کوئی کہے کہ چند شریروں نے منصوبہ سے ایسا کر دیا نہیں اس ہزاروں کے مجمع سے کوئی شخص ان آوازوں کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا۔ اور سب کے سب اپنی خاموشی سے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنے خاص دوستوں سمیت مولوی صاحب وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ صبح کی بد دعا کے بعد ایسے مجمع میں اس واقعہ کا ہونا اگر ایک الٰہی شہادت نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر میری بیعت کے بعد ان سے یہ سلوک ہوتا اور میری مرضی یا میرے علم سے ہوتا تو یہ ایک اور معاملہ تھا۔ اس میں انکی نہیں میری ذلت ہوتی چنانچہ جب مجھے اطلاع دیگئی کہ ایک دو یا پانچ چھ سالہ بچوں نے نادانی سے آپ پر کنکر پھینکنے کا ارادہ کیا تو میںنے درس میں لوگوں کو سخت ڈانٹا کہ گو بچہ نادان ہوں۔ لیکن میں والدین کو اسکا ذمہ دار قرار دونگا۔ بیعت کے بعد مریدین کا سلوک اور شے ہے۔ لیکن بیعت سے پہلے اس بد دعا کے بعد وہ سلوک ضرور ایک الٰہی نشان تھا۔ اور

خواجہ صاحب کبھی یہ خیال نہ کریں کہ اب اگر وہ قادیان آئیں تو ان سے کسی مبائع سے سختی کروا کر کہدیا جائیگا کہ انکی ذلت ہوئی یہ صرف بدظنی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ زیادہ تدبر سے کام لینگے تو دونوں معاملات میں ان کو فرق نظر آئیگا +

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ جلسہ کو بارونق کرنیکے لئے آدمی بھیجے گئے ہیں انکو یقین دلاتا ہوں کہ کسی شخص نے غلطی سے ان کے سامنے یہ بات بیان کردی ہے بات یہ ہے کہ میری طرف سے یا انجمن کی طرف سے ایسا نہیں کیا گیا نہ کسی اور مبائع کی طرف سے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام نے کچھ اشتہار مبائعین میں تقسیم کرنے کے لئے شائع کئے تھے اور کچھ بعض آدمی امرتسر اور لاہور سٹیشنوں پر اس غرض کے لئے گئے تھے۔ کہ لوگوں کو روک کر لاہور اُتار لیں یا لاہور لے جائیں۔ بعض مہمانوں سے جھگڑا بھی ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہؤا کہ باوجود اسکے کہ وہ لوگ غلطی سے اصرار سے بڑھکر تکرار تک نوبت پہنچا دیتے تھے کہ آپ لاہور کیوں نہیں جاتے۔ لیکن کسی قسم کا دنگہ نہ ہؤا۔ اور لوگوں کو ہنسی کا موقعہ نہیں ملا۔ شائد کسی شخص نے اس واقعہ کو میری طرف منسوب کردیا ہو مگر حق یہی ہے کہ یہ واقعہ آپکے دوستوں کی طرف سے ہؤا ہے میری طرف سے ہرگز نہیں ہؤا +

خواجہ صاحب اپنے لیکچر میں یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ مینے کیوں مولوی شیر علی صاحب کو ولایت جانے سے روکدیا حالانکہ میں خلیفہ اول سے وعدہ کرچکا تھا کہ میں آپکے حکم بھی مانونگا اور آپکے بعد کے خلفاء کا بھی حالانکہ مجھے حضرت ابوبکرؓ اور ابوعبیدہؓ کی مثال یاد کرنی چاہیئے تھی۔ میں حیران ہوں۔ کہ خواجہ صاحب نے میرے وعدے سے میرے عمل کو مخالف کس طرح سمجھا۔ مینے کہا تھا کہ حضرت خلیفہ اول کا حکم بھی مانونگا اور بعد کے خلفاء کا بھی حضرت کی زندگی تک میرا فرض تھا۔ کہ آپکے حکم مانتا اب بعد میں جو خلیفہ ہوتا اسکے حکم ماننا میرا فرض تھا۔ قدرت ایزدی نے خلافت مجھے ہی سپرد کردی۔ تو اب مسیح موعود کے احکام کے ماتحت میرا ہی حکم ماننا ضروری تھا۔ اور مینے حالات وقت کے ماتحت مناسب فیصلہ کردیا۔ ایک خلیفہ کا حکم اسی وقت تک چلتا ہے جبتک وہ زندہ ہو۔ اسکے بعد جو ہو اسکا حکم ماننے کے قابل ہے۔ یہ مسئلہ آپنے نیا نکالا ہے کہ ہر ایک خلیفہ کا حکم ہمیشہ کے لئے قابل عمل ہے یہ درجہ تو صرف انبیاء کو حاصل ہے کہ انکے احکام اُسوقت تک جاری رہتے ہیں۔ جب تک اللہ تعالےٰ

کی طرف سے وحی پاکر کوئی نیا نبی انہیں منسوخ نہ کرے۔ خلفاء کی یہ حیثیت تو صرف آپکی ایجاد ہے
"صحابہ ابوبکرؓ عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے فرمانبردار تھے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک
بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے کے چند احکام کو منسوخ کیا یا بعض انتظامات کو بدل دیا۔ لیکن
کسی صحابی نے نہ کہا کہ ہم تو پہلے کے فرمانبردار ہیں اسلئے آپکا حکم نہ مانینگے حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو جو
حضرت ابوبکر کے مقرر کردہ سپہ سالار تھے معزول کر دیا۔ اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت آپ تو
ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں انکے مقرر کردہ کمانڈر کو کیوں معزول کرتے ہیں۔ اے کاش! کہ ہر اعتراض کے
پیش کرنے سے پہلے یہ غور بھی کر لیا جایا کرے کہ ہم کیسی بے وقعت باتوں سے اپنے دعوے کو ثابت کرنا
چاہتے ہیں۔

پھر سنیئے اللہ تعالےٰ نے مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہونے دیا جو پہلوں پر نہ پڑتا ہو۔ حضرت
مسیح موعود کی وفات پر جو پہلا اجلاس مجلس معتمدین کا ہوا تھا۔ اور جس میں آپ بھی شریک تھے۔ اس
میں مولوی محمد علی صاحب کی ایک تحریک پیش ہو کر جو فیصلہ ہوا اسکے الفاظ یہ ہیں۔

"درخواست مولوی محمد علی صاحب کہ کچھ مساکین کا کھانا حضرت اقدس نے لنگر خانہ سے بند
کرکے ان میں سے بعض کے لئے لکھا ہے کہ مجلس انتظام کرے پیش ہو کر قرار پایا کہ اب
حسب احکام حضرت خلیفۃ المسیح الموعود علیہ السلام لنگر کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے۔ اسلئے
اس کاغذ کو داخل دفتر کیا جائے۔"

کیا حضرت صاحب کی وفات پر پہلے ہی اجلاس میں مجلس معتمدین نے جس میں آپ بھی حاضر تھے اس حکم
کے خلاف نہ کیا جو حضرت مسیح موعود نے دیا تھا آپ شاید کہینگے کہ ہمنے تو وجہ بھی لکھدی تھی کہ حالات
دگرگون ہو گئے اسلئے اس حکم کو تبدیل کر دیا گیا یہی جواب آپ اپنے اعتراض کا سمجھ لیں۔ جب مسیح
موعود کے حکم کو حالات کے بدل جانے سے بدلا جا سکتا ہے تو کیوں حضرت خلیفہ اول کے احکام کو
نہیں بدلا جا سکتا۔ حضرت کی وفات کے بعد یہاں آدمیوں کی ضرورت تھی اسلئے مینے انکو روکدیا پھر
لعل شاہ صاحب برق کے متعلق جو فیصلہ حضرت مسیح موعود کا تھا اسکو آپ کی ہی تحریک پر حضرت
خلیفہ اول نے بدلدیا یا نہیں۔ اور مولوی شیر علی صاحب کے معاملہ میں تو ایک فرق بھی ہے۔ اور

ایک بات آپ اور بھی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کا نام کاٹ دیا گیا مجھے تعجب ہے کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ سچی بات کو پیش کرنا چاہیئے نہ کہ جذبات کو اکسانے والی باتوں کو۔ اور پھر آپ خود یہی کام کرتے ہیں کیا کہیں میںنے یہ فیصلہ شائع کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود مسیح موعود نہ تھے یا یہ کہ اب انکی جگہ میں مسیح موعود ہوں یا یہ کہ اب انکا حکم ماننا ضروری نہیں؟ اب صرف میرا حکم ماننا ضروری ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بیشک آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ مسیح موعود کا نام کاٹ دیا گیا۔ لیکن جب کہ ان باتوں سے کوئی بھی نہیں تو پھر آپکا ایک بات کو غلط پیرایہ میں بیان کرنے سے سوائے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے کیا مطلب ہے۔ انجمن کا قاعدہ تھا کہ مسیح موعود کی زندگی میں انجمن کے معاملات میں آپکا حکم آخری ہوگا بعد میں انجمن کا۔ اسکی بجائے جماعت احمدیہ کے قائم مقاموں نے انجمن کو مجبور کیا کہ وہ اس قاعدہ میں اصلاح کرے اور خلفاء کے حکم کو آخری قرار دے اور اسی وجہ سے میرا نام وہاں لکھا گیا۔ اب آپ بتائینگے کہ کیا اسکو مسیح موعود کا نام کاٹ دینا کہتے ہیں۔ نام تو انجمن چھ سال پہلے کاٹ چکی تھی کیونکہ اس ریزولیوشن کے انجمن یہ معنی کرتی تھی کہ اب ہم حاکم ہیں۔ جماعت نے اسکی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ خلیفۂ وقت کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے اور اسی کے ماتحت تبدیلی ہوئی۔ آپکا اس امر کو یہ رنگ دینا کہ گویا فیصلہ کر دیا گیا کہ مسیح موعود کا نام مٹا دیا جائے (نعوذ باللہ من ذٰلک) کہاں تک دیانتداری کے ماتحت ہے۔

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ان تمام لوگوں کو جو صداقت کے طالب ہوں اور راستی اور حق کے جویاں ہوں مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ جماعت کا موجودہ اختلاف کوئی معمولی بات نہیں اگر وہ اس امر میں کامل غور اور فکر سے کام لیکر حق کی اتباع نہ کرینگے تو انکو خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے ایک پودہ اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور ضرور ضرور وہ اسکی آبیاری کریگا۔ کوئی آندھی کوئی طوفان خطرناک سے خطرناک ژالہ باری اس پودہ کو اکھاڑ نہیں سکتی خشک نہیں کر سکتی جلا نہیں سکتی کیونکہ اس پودہ کا محافظ اسکا نگران خود اللہ تعالےٰ ہے لیکن وہ جو اپنے عمل سے یا اپنے قول سے خدا تعالےٰ کے لگائے ہوئے پودہ کو اکھاڑنا چاہتے ہیں اسکے جلائے ہوئے چراغ کو بجھانا چاہتے ہیں اپنی فکر کریں۔ نیک نیتی اور غلط فہمی بیشک ایک حد تک ایک جرم کو ہلکا بنا دیتی ہے لیکن یہ عذر ایسے زبردست نہیں۔ کہ ان کے پیش کرنے سے انسان الٰہی گرفت سے بالکل محفوظ ہو جائے۔ ہر ایک شخص اپنی قبر میں خود جائیگا